

عرب ناز

مجموعہء کلام

(فارسی، اردو، پنجابی، پوربی، سرائیکی)

پیر سید نصیر الدین نصیر

درگاہِ غوثیہ مریہ، گولڑہ شریف

مریہ نصیریہ پبلشر گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد

تمام پڑھنے والوں سے عاجزانہ درخواست
ہے کہ میرے بچوں کی صحت اور تندرستی
کیلئے دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو
ہر مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا
فرمائے۔ آمین

نیاز مند۔ فاروق حسین گولڑوی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	عرش ناز
بار	اول
تعداد	1100
ترتیب و کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ	ڈاکٹر سید امتیاز حسین شاہ نقوی دھوریہ، کھاریاں ضلع گجرات (حال مقیم برمنگھم، انگلینڈ)
معاون	ماسٹر مؤرخ حسین چشتی کرمانہ، و بشیر احمد کھاریاں رب نواز ساکن گوجرانوالہ
ترتیب	ڈاکٹر توصیف تبسم اسلام آباد
ناشر	مہر یہ نصیریہ پبلشر گولڑہ شریف
نگرانی طباعت	ملک شفیق، 3- ملک روڈ، فیصل آباد
ہدیہ	
کن طباعت	۱۴۲۰ھ مطابق جنوری ۲۰۰۰ء
پریس	شنگریلا پرنٹرز فون 041-610226

ملنے کے پتے:

اندرون ملک: مکتبہ مہر یہ نصیریہ، درگاہ غوثیہ چشتیہ نظامیہ مہر یہ گولڑہ شریف،
E-11 اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-292814
نیز مکتبہ ضیاء القرآن، گنج بخش روڈ، لاہور۔

بیرون ملک: 13- وکٹوریہ ایونیو، سماں ہیتھ برمنگھم B10 0JZ

انگلینڈ ٹیلیفون نمبر: 0044-121 6849101

قاری فضل رسول، اوشین فارمیسی سروس (INC.) ڈی/بی/اے

کیونٹی کیسٹ، 418 ایونیو، پی بروک لائن، نیویارک 11223

فون: 718-339-8118 فیکس: 718-3396 385 پوائس اے

(الف) ترتیب

صفحہ نمبر	(غزلیاتِ فارسی)	نمبر شمار
1	بہ فطرتیچہ ادب گاہ جوہر نسبی ست	-1
2	اے دل! مدام بندہ آں شہریارباش	-2
3	پنے کرم بہ زبان نگہ سوال کم	-3
4	ہر آنکہ اوبہ کوچہ اہل و فارسد	-4
5	بر در خوبان نظائے دیگر است	-5
6	بیبا! ز نور طلعتش کتیم آکتابہا	-6
7	چہ شد گر ناز دارائی شہنشاہ عجم دارد	-7
8	کرد تاراج دلم فتنہ نگاہے عجبے	-8
9	چو جان و دل بہ درت صرفتہ نیاز کم	-9
10	اے سرو نازینے! اے ترک بے نیازے	-10
11	گر بر سر بالینم یک جلوہ بفرمانی	-11
12	دل بردزد دست من مہ رُوئے فسوں کارے	-12
13	آں گل قبائے ماچو سوار سمند شد	-13
15	بہار آمد و ساز بہار باید و نیست	-14
16	مہ من! بیاد رُویت زدو دیدہ خوں فشانم	-15
17	نشستہ ام یہ سر راہ و در تور اہے نیست	-16
18	سر شو قم آگر دریائے آں سرو رواں بودے	-17
19	عقل رابے خود ناز نرگس مستانہ کن	-18

(ب)

صفحہ نمبر	(غزلیاتِ فارسی)	نمبر شمار
20	دیدہ و دل بر تو قرباں بچنیاں	-19
21	ہزاراں دل و جاں گرفتار داری	-20
22	دل دیوانہ را در حلقہ زلف دوتا کردی	-21
23	فتنہ پیاست در جہاں قامتِ حشر زائے تو	-22
25	باہمہ ناز و دلبری پاسِ وفا نمی کنی	-23
26	ساقیادگر گردش آور جام را	-24
27	زوئے یارِ خود بجز اصلِ مدعا اینست	-25
28	عجب لذت تماشا ئے تو دارد	-26
29	خبرے گرت بہ مشامِ جاں زمقامِ عشق و فارسد	-27
30	چہ گویمت دوش آمد از رچہ عشوہ ریزے چہ فتنہ کارے	-28
31	وار فکلی و مستی در عہدِ شبابِ اولی	-29
32	اے کہ نامت بر زبانِ ما غریباں ہر دے	-30
33	دیدہ ماہر زہ گردِ جلوہ گلزار نیست	-31
35	غنی شدیم ز جاہ و جلالِ شاہانہ	-32
36	اگر است در دلت آرزو کہ نظرِ خوشِ نظرے رسد	-33
37	چہ سخن رسید ز شور دل بہ لبانِ زمزمہ ساز من	-34
39	تعالی اللہ چہ زیبا بر سرِ محفلِ نشستی	-35
41	سر لوحِ مصحفِ رخِ شہما کہ بہار صبحِ دمیدہ ای	-36
43	چہ دلے کہ مستِ طرفِ نشد ز دو چشمِ بادہ جام تو	-37

(ج)

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
45	باچہ ناز اے سرو زیبا باچہ رفتار آمدی	-38
46	عاشقِ حال را عزت و شانے دیگر است	-39
(دیگر منظومات)		
47	خمسه بر غزل حضرت سعدی شیرازی	-1
48	خمسه بر غزل مولانا ہلالی آستر آبادی	-2
49	خمسه بر غزل ابو المعانی میرزا عبدالقادر بیدل	-3
50	خمسه بر یک غزل فارسی	-4
51	خمسه بر غزل کیے از اہل نسبت	-5
52	خطابہ بہ مسلم فرنگی منش	-6
55	برائے ذوق دانشوران علم و فن	-7
57	قلم و نعت	-8
58	مخواندہ کتاب باب جبریل	-9
60	اشعار بہ تقریب رومنائی کتاب	-10
(اردو)		
62	غزل بہ عنوان یاد ماضی	-1
66	بہاریہ	-2
70	قصیدہ رزمیہ در مدح عراق	-3
74	آزاد نظم	-4

(د)

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
76	عظمت عقل انسانی	-5
82	گلابدنی	-6
(پنجابی، سراسیکی، پورلی)		
86	غزل	-1
87	ہم کا دکھائی دیت ہے ایسی روپ کی آگیا ساجن ماں	-2
88	آپنا! بان بہاراں وے	-3
89	غزلیہ چوہر گے	-4
(نہریات)		
95	واعظا! مجھے جنت کا طلب گار نہ کر	-1
95	امید سعادت کی کمر ٹوٹ گئی	-2
96	خاک در میخانہ کا ہے ہر ذرہ ہے پاک	-3
96	ہے عشق کی مستی ہی میں دانش مستور	-4
97	میخانہ کا ہے ہر ذرہ ہے تجھ، سوغات	-5
97	جب مھل خم، جام سے خم جاتی ہے	-6
98	موجیں ٹھہریں خنک کناروں کی طرح	-7
98	مخاطب بھی خاک خم میں دھنستے دیکھے	-8
99	نے گلشن ایجاد میں سے وجہ نمونو	-9
99	رندوں پہ اُرباب کرم ٹھل جائے	-10
100	پچھتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خوب	-11
100	کیوں دیدہ عالم سے چھپا کر پی لوں	-12

انتساب

افلاطون دانش کدہ حقائق، جالینوسِ عرمت گاہِ دقائق، مفرِّ عرْفاءِ اعصار،
 مرجعِ فضلاءِ امصار، حیرتخاںہِ رموز و اسرار، کشفِ مُضلاتِ معارف، حلالِ
 نکاتِ عوارف، سبّاحِ دجلہ فصاحت، سیاحِ حدائقِ بلاغت، حارسِ عقل و شرع،
 عارفِ اصل و فرع، سالکِ بادیہِ تجرید، نقطہِ دائرہ توحید، ادبِ یافتہٴ عقبہٴ عبودیت،
 نواختہٴ نوالِ بابِ رُبُوبیت، مجذوبِ وحدت، مُفتیِ ہدایت، مُکَلَّلُ بہِ اِکلیلِ نَحْنِ،
 مُطَرَّزُ بہِ طرازِ علم و فن، تربیتِ یافتہٴ اولیاء، خلاصہٴ فیضانِ اصغیاء، نباضِ فطرتِ
 انسانی، خطیبِ منبرِ سحر بیانی، سلطانِ اقلیمِ الفاظ و معانی، مسافرِ رسیدہ منزل، فقیرِ
 مُستغنیِ دلِ ابوالفضائل حضرت میرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی ثم اللہ ہلوی قدس
 سرہ العزیز کے نام۔

جن کا مطالعہ کلام ہر ذہن رسا اور طبع و قواد کو خیراتِ معانی کے ساتھ بلندی

تخیل اور معراجِ تفکر بھی عطا کرتا ہے۔

بقول میرزا اسد اللہ خان غالب دہلویؒ۔

گر ملے حضرتِ بیدل کا خط لوحِ مزار

اسد، آئینہٴ پروازِ معانی مانگے

کوچہٴ نشینِ بیدلؒ

فقیر: نصیر الدین نصیر کان اللہ

(س)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

رمیدی از دیدہ بے تامل، گذشتی آخر بصد تعافل
اگر ندیدی تپیدنِ دل، شنیدنی داشت نالہ ما
(بیدل)

عام حالات میں اپنے متعلق کچھ کہنا سننا کوئی اچھی بات نہیں، مگر شاعری کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ شعر چوں کہ نفسِ انسانی کے اظہار ہی کی ایک خارجی صورت ہے اس لئے شاعر کو سمجھے بغیر تفہیم شعر کے راستے صاف نہیں ہوتے۔ انسان ایک ایسی چیز ہے، جس کا احاطہ ممکن نہیں، پھر بھی ہم اگر اُن حالات کو پیش نظر رکھیں، جو کسی انسان کی تعمیر و تشکیل کا سبب بنے، تو بڑی حد تک اُس انسان کے نمایاں خدو خال کو دیکھا جاسکتا ہے۔

میرا بچپن اور پھر لڑکپن جس ماحول میں بسر ہوا، اُس میں عربی اور فارسی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آج سے تیس، چالیس سال قبل دینی علوم کی تحصیل کے ساتھ عربی اور فارسی کو باقاعدہ سیکھنے کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے جدِ امجد حضرت بابو جی قدس سرہ کی دلی خواہش کے مطابق درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ اُس دور میں میری نظروں نے ایسی باذوق محفلیں، ایسے نورانی چہرے اور ایسی جامع العلوم و الفنون شخصیات دیکھیں کہ جن سے کوئی باشعور انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اب تو اُن دل نواز مناظر سے نگاہیں محروم ہو چکی ہیں، نہ وہ

(نش)

ہاؤ ہو کی محفلیں رہیں اور نہ وہ باکمال لوگ رہے، جو صوفیانہ کلام کے دلدادہ ہوں۔

خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی وہ محفلیں، نہ وہ قصے نہ اب وہ افسانے بدل گئے ہیں تقاضے مزاج وقت کے ساتھ نہ وہ شراب، نہ ساقی، نہ اب وہ میخانے یہ اُس دور کی بات ہے کہ جب اصحاب ذوق، حافظ، سعدی، رومی، ہلالی، خسرو، سمراتی اور نظامی گنجوی علیم الرحمہ کے اشعار پر جان چھڑکتے تھے۔ توحید و رسالت کے موضوع پر مشتمل اور بعض غزلیہ انداز کے اشعار وہ سماں باندھتے کہ دلوں میں انابت الی اللہ پیدا ہو جاتی۔ جو روح سماع ہے۔ بالخصوص میرے جد امجد حضرت بابو جی قدس سرہ پر تو محفل سماع میں ایسا عالم جذب و کیف طاری ہوتا کہ ساری محفل وجد و مستی میں جھومتی اور بزبان حال حافظ شیرازی کا یہ شعر گنگناتی ہوئی محسوس ہوتی۔

کہ بردہ نذر شاہاں ز من گدا پیامے

کہ بہ کوائے فروشاں دو ہزار جم، بجامے

میرا یہ فارسی کلام اسی عمدہ رفتہ کی ایک صدائے بازگشت ہے۔ میں جس حد تک آج فارسی اور عربی زبان و ادب کا مزاج شناس ہوں، وہ میرے جد امجد حضرت بابو جی قدس سرہ کی تعلیم و تربیت ہی کا نتیجہ ہے۔ اس مجموعہ میں بیشتر وہ فارسی غزلیات اور اساتذہ متقدمین کے کلام پر وہ تفسیریں شامل ہیں۔ جن کو میرے جد امجد حضرت بابو جی نے درگاہ کے قوال محبوب علی مرحوم سے محفل میں بارہا سنا اور پسند فرمایا۔ علاوہ انہیں اس مجموعہ میں وہ فارسی غزلیات بھی موجود ہیں، جو میں نے فارسی کے عظیم صوفی اور کلاسیکل شعراء کی زمینوں میں ازراہ عقیدت کھی ہیں۔ شاعر مختلف اوقات میں مختلف احساسات سے دوچار ہوتا ہے، کبھی اُس پر

(ص)

رنگِ نشاطِ غالب ہوتا ہے اور کبھی کیفیتِ غم و گداز۔ اس لئے قاری کو بالخصوص غزل کے پیرایہ میں ہر رنگ اور ہر انداز کا کلام پڑھنے کو ملتا ہے۔ یوں ایک محفل میں شریک شخص اپنے ذوق کے مطابق، مختلف قسم کے اشعار سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ شاعر کبھی سادہ اور سلیس اسلوبِ بیان اختیار کرتا ہے اور کبھی گہرے فلسفیانہ خیالات کے اظہار کے لئے تراکیب سازی، الفاظ آرائی اور مشکل پسندی اُسے مرغوب ہوتی ہے۔ اس مجموعہ میں پڑھنے والے کو یہ دو دھارے ساتھ ساتھ بہتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

بہر حال چوں کہ میرا تعلق ایک خانقاہ سے بھی ہے، لہذا میری غزلیات اور کلام میں اکثر و بیشتر بے ساختہ رنگِ نسبت جھلک اُٹھتا ہے۔ اسے میرے ماحول، تعلیم و تربیت اور پھر متصوفانہ شاعری کے مطالعاتی ذوق کا نتیجہ سمجھئے۔

میں اپنے کلام کے بارے میں کوئی رائے دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یہ فیصلہ تو اربابِ علم و فن ہی کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے اسے کسی قابل سمجھا تو یہ اُن کا حُسنِ نظر ہوگا اور اگر انہوں نے اس کو زبان و بیان اور مرتبہ شعر و ادب سے ساقط محسوس کیا تو اسے میں اپنی خامی اور کوتاہی تصور کروں گا۔

بقول ابوالمعانی حضرت عبدالقادر بیدلؒ

نہ بہ نقشِ بستہ مشو شَم ، نہ بہ حرفِ ساختہ سرخو شَم
لُفے بیادِ تو می کشم ، چہ عبارت و چہ معانیم

نیاز مند اہل دل

فقیر نصیر الدین نصیر کان اللہ

11 نومبر ۱۹۹۹ء

گولڑہ شریف ، E-11 اسلام آباد

بہ فطرتیکہ ادب گاہ جوہرِ نسبی ست
 بہ دل غے ز تغافلِ شہاریت دارم
 چہ آورم خبرے از تجلی زرخِ دوست
 نصیبِ اہلِ ولاہست رنگمائے نشاط
 کریمِ اہلِ طلب را مُعزز انگارد
 چہ شدگر آمدہ بانگِ اناالحق از منصور
 بہ کربلا نگر اندازِ بے نیازی ما
 بہ مُصعِفِ رخِ او چشمِ شوق نگشایم
 شنائے اہلِ کرم ، جُرمِ مدعا طلبی ست
 گماں مبرکہ فغانم فغانِ بے سہمی ست
 ز کاکش بہ نگاہم بجوم تیرہ شبی ست
 بگلشن از عجم و بہارِ ما عربی ست
 کہ سر بلندی موج احترامِ تشنہ لہی ست
 کہ قطرہ مدعی ذاتِ خود ز نیمِ نسبی ست
 کہ آلِ ساقی کُوثر بہ درو تشنہ لہی ست
 دراز دستی مژگاں بجلوہ بے ادبی ست

بدستگاہِ کمالش نصیر کس نرسد

ہر آنکہ معتکفِ آستانِ آلِ نبی ست

اے دل! مدام بندہ آں شہر یار باش
 ہرگز بیچ گردن تسلیم ز امرِ دوست
 بے سوزِ عشق زلیست بود شمع بے فروغ
 لوحِ جبین خویش بہ خاکِ درش بسائے
 دل را بہ دامِ گیسوئے جاناں اسیر کن
 از عشقِ دوست قطع مکن رشتہٴ اُمید
 اے دل کنوں کہ بارِ امانت گرفتہ ای
 سرورِ رہش فدا کن و دل بر رخسِ نثار
 بے غم ز گردشِ فلکِ کج مدار باش
 چون کوہ در طریقِ رضا اُستوار باش
 پروانہ وار مردِ محبت شعار باش
 با روزگار ہمدم و با سخت یار باش
 وز بندِ راہ و رسمِ جہاں رستگار باش
 آسودہ از هجومِ غمِ روزگار باش
 محنت بہ جان خویش کش و بُرد بار باش
 خون از جگر چکان و بچشمِ اشکبار باش

تاورد نوش ساقی کوثر شدی نصیر

سرشارِ بادۂ کریم کردگار باش

پئے کرم بہ زبانِ نگہ سوال کنم
دے بہ چشمِ کرم ہیں کہ عرضِ حال کنم

نہادہ ام بہ درِ عشق تا جبینِ نیاز
سرِ غرور بہ راہِ تو پائمال کنم

شبِ فراقِ تو بنگر چہ سہمگینم کرد
ز نیمِ ہجرِ فغاں در شبِ وصال کنم

بود کہ روزِ جزا باعثِ نجات شود
ہمیں خیال کہ خود را سگت خیال کنم

تُو خود ز صورتِ من حالِ زارِ دلِ دریاہ
چہ آورم بہ زبانِ و چہ عرضِ حال کنم

شبِ دراز و غمِ ہجر و خونِ فشانیِ چشم
بہ سازِ این ہمہ نظارۂ جمال کنم

نصیرِ دستِ طلب کے کنم بہ خَلقِ دراز

من التجا بہ خداوندِ لا یزال کنم

ہر آنکہ اُو بہ کوچہ اہلِ وفا رسد
 حقاً بہ زیرِ سایہ لطفِ خدا رسد
 اغیار شاد کام شوند از منے نشاط
 خالی شود ز بادہ چو ساغر، بما رسد

دل تنگ از حوادثِ عالم مشو چنیں
 روزے بود کہ شاہدِ فرخندہ پا رسد

چوں چشمِ التفات کند سُوئے دیگران
 باشد کہ گاہ گوشہ چشمنے بما رسد
 زاہد بہ راہِ الفتِ یزداں قدم نہاد
 بینم، بہ راہِ عشقِ بتاں تا کجا رسد

در آرزوئے قُرب، سلاطین شدند خاک
 مشکل کہ نزدِ بارگش ہر گدا رسد

مائیم و راہِ پُر خطرِ عاشقی نصیر

یا یار بے وفا رسد و یا قضا رسد

بر درِ خوباں نظامے دیگر است
 خاک بر سر، چاک داماں، دیدہ تر
 السلام اے مفتی و قاضی و شیخ
 زاہداں در کعبہ ما در میکدہ
 بر رُخِ روشن عجب زلفِ سیاہ
 بادشاہانِ جمال و حُسن را
 در حریمِ جلوہ گاہِ دلبراں
 انتظام و اہتمامے دیگر است
 در محبتِ ننگ و نامے دیگر است
 مسجدِ ما را امامے دیگر است
 ہر گروہے را مقالے دیگر است
 ایں زمیں را صبح و شامے دیگر است
 ہر زماں، ہر دم غلامے دیگر است
 ہدیہ و نذر و سلامے دیگر است

ہاں شرابِ عشقِ خوباں را نصیر
 شیشہ و ساقی و جامے دیگر است

بیا! ز نورِ طلّعی کنیم اکتسابها
 بخشن یار کن نظر ز غیر باش بے خبر
 برو بدامن یقیں کنارِ دلربا گزین
 ہزار نالہ میشود ز تارِ دل ہی رود
 نگارِ مہ جبینِ ما کرم بہ عاشقانِ نما
 دواز و صل کن صنمِ نمک میاش بر دلم
 بہ عاشقانِ خستہ دم بہ صحنِ باغ نہ قدم
 ز او امید ز کونے تو منم اسیر موی تو
 ز چشمِ من ز فرطِ غم رود دُخانِ دمبدم
 کہ ذرہ ہا ز پرتوش حریفِ آفتا بہا
 زایں گذر ز آں گذر کہ این و آں حجابہا
 بر افگند ز روتے این حجابہا نقابہا
 چو ناہا کہ میبود ز چنگلِ رُبابہا
 مکن ستم مکن جفا بدل نمائد تابہا
 کہ ساخت آتشِ الم ز سینہ ام کیابہا
 لکن ز چہرہ اے صنم حجابہا نقابہا
 کہ گفتگو بر او بود چو نقشما بر آہا
 چو میشود بلند ہم ز آہا حبابہا

نصیرؔ رو براہِ دیں گذر ز قیدِ آن و این
 کہ ہست جملہ این زبیں چو بر زبیں سراہا

چه شد گر نازِ دارائی شنشاهِ عجم دارد
 که شامِ ما غریبانِ خنده با بر صبحِ خم دارد
 تو اے مزدورِ جنتِ سرِ تقصیرمِ نمی دانی
 بہ قدرِ جرمِ چشمِ رحمتش نازِ کرم دارد
 ہر آنکسِ می شناسد جوہرِ تخلیقِ انساں را
 کہ در یازِ کوشِ جبیناں دیدہ نم دارد
 نشانِ دوستِ ازما خاکساراںِ پُرسی اے سالک!
 کہ آگاہی ز منزلِ دیدہ نقشِ قدم دارد
 ازیں کج گردناں باورِ مکن لافِ حضورِ را
 مقیمِ آستاشِ سر ز بارِ لطفِ خم دارد
 بہ ہنگامِ ضعیفی می رسد نصرتِ ز یزدانش
 ضعیفاں را کسے کو وقتِ قدرتِ محترم دارد
 تماشا کن بہرِ منظرِ چو خواہی حُسنِ مُطلقِ را
 کہ عشقِ از ذریبِ یکِ پرستی تا حرم دارد
 تویی قسامِ رحمتِ یا محمدِ چون سرِ محشر
 کرمِ پروردہٗ چشمت ز محرومی چه غم دارد
 بیا با شوقِ در بزمِ نصیرِ اے تشنہٗ مستی
 کہ اُو در قبطِ خوشِ ذوقی وجودے مُغتنم دارد

کرد تاراج دلم نقتنه نگاہے عجبے
شعلہ زوئے عجبے ، غیرت ماہے عجبے

باہمہ نامہ سیاہی نہ ہراسم از حشر
رحمت شافع حشر است پناہے عجبے

زوئے تابان تو در پردہ گیسوئے سیاہ
بہ شب تار درخشانی ماہے عجبے

رہزنِ حُسن رباہد دل و دیں ہوش و خرد
گاہ گاہے سرِ راہے بہ نگاہے عجبے

نقد جاں باختہ و راہِ بلا می گیرند
ہست عشاقِ ترا رسے و راہے عجبے

خواستم رازِ دلم فاش نہ گردد ، لیکن
اشک بر عاشقیم ہست گواہے عجبے

ذرّہ کوچہ آل شاہِ مدینہ بودن

اے نصیر از پئے ماشوکت و جاہے عجبے

چوں جان و دل بہ درت صرفہ نیاز کنم بہ اوج اخترِ طالع ہزار ناز کنم
 سرِ نیاز کہ خم از سرِ نیاز کنم ز خاکِ پائے تو خواہم کہ سرفراز کنم
 خوشا شبے کہ در آئی بہ گلبہ ام چوں ماہ خوشادے کہ بہ روئے تو دیدہ باز کنم
 ز بوسہ قدمت در ثواب کم باشد تمام عمر اگر صرف در نماز کنم
 نظر بہ جانبِ طُوبی مرا نمی اُفتد کہ من نگہ بہ قد یارِ دلنواز کنم
 ہزار نعمتِ دُنیا اگر مرا بخشند نثارِ گوشہ آں چشمِ نیم باز کنم

من از هجوم خیالِ مسلسل زلفش
 نصیرِ سلسلہ شوق را دراز کنم

اے سرو نازینے اے ترک بے نیازے
 دستے دہد چو بختم بوسم ز فرط شوق
 پائے سگان کویت با صد ہزار نازے
 آخر چرا نپرسی گاہے من حزیں را
 دارم بر آستانت دائم سر نیازے
 سنبھل سر ارادت آرد پائے نازت
 آئی اگر بگلشن با کاکل درازے
 دل برد بانگاہے از دست عشقبازاں
 آن شاہ کج کلاہے آں ماہ دلنوازے
 تا از گداز ہستی را ہے بخویش یا بم
 بستم چو شمع محفل احرام سوز و سازے
 بے حاصل است قلم با تیغ و تیرو خنجر
 کلام تمام کردی با چشم نیم بازے

بارے نصیر خواہی گر در جہاں سعادت
 کن بیعت ارادت بر دست پاکبازے

گر بر سرِ بالینم یک جلوہ بفرمائی
 بلبل بہ گل و قمری با سرو بہ بستانت
 جانم بلب آمد ہم از حسرتِ دیدارت
 مانند گدا گردم پیرامن کوئے تو
 باز آ کہ گذشت از حد آزارِ فراق تو
 اے ماہ چہ میدانی دردِ من آشفته
 کن صرفِ دلِ اغیار اندازِ تغافل را
 یارب بنما را بہ از منزلِ پیدایم

صد بار شوم قرباں اے پیکرِ زیبائی!
 تو ہم کرے فرما با نازِ دل آرائی
 نے طاقتِ غم دارم نے تابِ شکیبائی
 باشد کہ بر آوازم از خانہ بروں آئی
 در مانِ دلم فرما ز اعجازِ مسیحا
 دانم کہ ندیدیستی شامِ غمِ تنہائی
 ما خاک شدیم اے گلِ تو جو خود آرائی
 بگذشت ہمہ عمرم در بادِ پیمائی

لہے نگاہے کن اے یارِ پریِ رُوم
 گردید نصیرِ تو دیوانہ و سودائی

دل بُرودِ دستِ من مہ رُوئے فسوں کارے
دل سوزِ دل افروزے ، دلدارِ دل آزارے

در معرضِ حُسنِ تو مثلِ خس و خاشاکیم
اے گلگدہِ خوبی ! چشمِ کرے ، بارے

از پرتوِ رخسارت ، از جلوۂ انوارت
ہر ذرہ ضیا ریزے ، ہر دشت چمن زارے

در چشمِ فسوںِ سازت ، ہشیاری و سرشاری
اے موشِ طنائے ! اے دلبرِ عیارے

ہوش و خردم بُردی ، مفتونِ خودم کردی
با چشمِ سیہ مستے ، با طرۂ طرارے

تُو ایزدِ ستاری ، یک جلوۂ عفتاری
بر حالِ من رندے ، سر مستِ سیہ کارے

با این کہ نصیر آمد کم کوش و تہی دامن

یا رب نظرے فرما بر حالِ من زارے

آں گلُ قبائے ما چو سوارِ سمند شد
شورے ز خلق رفت کہ آتش بلند شد

جاں گشته در فراق تو بیزار از جہاں
دل از جُنُونِ عشق تو صحرا پسند شد

گیسویہ دوش رفت چو صیادِ ما بہاغ
صد مُرغِ دل پرید و اسیرِ کند شد

عیسیٰ دی ، تو از پئے بے چارگاں بیا!
اے دُورِیٰ تو باعثِ درد و گزند شد

اے مہ! جمالِ کُلبۂ تارکِکِ پستِ من
از پائے تو چو طارمِ اخضر بلند شد

تا دیدہ ام جمالِ تو اے دل پسندِ من!
 ہر چیز در دو دیدہٴ من نا پسند شد

ناصح فروگذار دلم را و راہ گیر
 پندش مدہ کہ کار فرا تر ز پند شد

ایں بندہٴ حقیر بود یا کہ آسماں
 ہر آنکہ خاکِ پائے تو شد ، سر بلند شد

شیرینیِ دہانِ تو ریزد شکر بہ گوش
 حرفیکہ با زبانِ تو پیوست ، قند شد

یارم چو شمعِ محفلِ اغیار شد ، نصیر

ناگہ دلم بر آتشِ غیرت پسند شد

بہار آمد و ساز بہار باید و نیست
 مرا کہ غنچہ پزمرہ ام بہ شاخ وجود
 بہ کام دل قدح جلوہ بار باید و نیست
 بہجام بخت مے از تیرگی نباید و هست
 کہ این گروہ مرآت شعار باید و نیست
 بخسین عالیہ بیزاراں مشو فریفتہ دل
 کنار کشت و لب جو بیار باید و نیست
 کہ دلبر من آمد و بہار آمد
 بہ اشک چشم مرا اختیار باید و نیست
 حدیث عشق کہ شرحش دہد بہ غمازی
 بدوستی دل صاف از غبار باید و نیست
 بے گذشت کہ در عالم خراب مرا
 بہ نخل زندگیم برگ و بار باید و نیست
 شکستہ رنگی بختم ہمیں کہ وقت بہار
 نوائے طولی و بانگ ہزار ہزار باید و نیست
 دیرین چمن کہ پراست ازخروش زارع وزغن
 ہزار حیف کہ دل را قرار باید و نیست
 بساں پارہ سیماب لرزہ ہا دارد

صبا ہپائے محبتاں رساں ز خاکِ نصیر

کہ تڑپش بہ سر رہگذار باید و نیست

مہ من! بیاؤ رویت ز دو دیدہ خوں فشانم
تو بیا! دے بہالیں کہ رو ز شوق جانم

شدہ ام چو ذرہ حیراں بہوئے دوست رقصاں
نہ بہ پستی زینم نہ بر اوج آسمانم

نہ قبائے فقر خواہم نہ شکوہ ملک دارا
بہ امید یک نگاہت چو گدا بر آستانم

ہمہ رہواں بمنزل من و درو خستہ پائی
کرم اے بہارِ رحمت کہ نجیف و ناتوانم

نہ روم بداد بخشے ز مصائبِ جفایت
سرِ خود نہم بیپایت کہ زخیل بندہ گانم

اگرم ز در برانی نخرد کسم بچیزے
مفشاں ز دامن اے جاں کہ غبارِ آستانم

زنوائے من شبِ غم بفقائل رسد جہانے
دلِ سرد شعلہ گیرد ز تجلیِ بیانم

دو ہزار ملکِ عشرت اگرم دہی، نگیرم
کہ بہ ذوقِ بے نوائی بہ غم تو شادمانم

زرہ گدا نوازی بہ نصیرِ زارِ چشمے

کہ جز آستانِ پاکت بخدا درے ندانم

نشتہ ام بہ سر راہ و در تو را ہے نیست
 فغان کہ بر من مسکیں تڑا ننگا ہے نیست
 امید جلوہ ز دیر و حرم مدار اے دل
 کہ حُسن دوست مقید بجلوہ لگا ہے نیست
 چہ لاف می زنی از رازِ آں حریمِ وفا
 تڑا کہ بر درِ اربابِ شوق را ہے نیست
 بہ جرمِ ناکسی ام ز آستانِ خویش مراں
 بچاک تو کہ مرا جزُ درت پنا ہے نیست
 بہ اوجِ طالعِ رندانِ با خدا نازم
 کہ بیچ فرد ازیں قوم کم ننگا ہے نیست
 مکن بہ خستگیمِ اشتباہِ رنگِ ہوا
 کہ مرغِ ہمتِ من صید دامگا ہے نیست
 کجا نشاط و کجا خندہ ہائے بزمِ نشاط
 متاعِ خانۂ بے چارگاں جزُ آہے نیست
 جز ایں کہ لب نکشایند و خونِ دل نوشند
 بلا کشانِ وفا را دگر گنا ہے نیست

برنگِ کج گھماں پا منہ بہ بزمِ نصیر
 کہ اوز حلقہ بگوشانِ کج گلا ہے نیست

سرِ شوقم اگر در پائے آں سرورواں بُودے
دلِ عمدیدہ من رُوکشِ باغِ جناں بُودے

زہے قسمت کہ او بخشید جامِ عیش در محفل
وگر نہ ذوقِ مے نوشی نصیبِ دشمنان بُودے

نہ کامیدے ز بحرِ لطف و جُودِ پیرِ میخانہ
اگر یک جُرعہ صہبا بہ کامِ تشنگان بُودے

تیم از بیکیسی کاند رجمان یارے نمی دارم
نہ تنها بُودے 'با من اگر او مہریاں بُودے

برائے جاں سپاری رفتے خود کاشکے آں دم
چو تیغِ تیزِ قاتل بر گلوئے کشتگان بُودے

بِحمد اللہ بہ محفلِ دورِ جامِ مے بہ من آمد
وگر نہ شکوۂ بد قسمتی با آسماں بُودے

نگوں گشتے ز اوجِ بختِ او مہر و مہ و انجم
نصیرِ ارفاکِ پائے آں شہِ عرشِ آستاں بُودے

عقل را بے خود ز نازِ زرگی مستانه کن
اے نگاہِ دلنشین! ما را زما بیگانہ کن

جلوہ کن بر منظرِ دلما بنازِ دلبری
عالے را اے پری از عشوہ اے دیوانہ کن

گر ہی خواہی کہ باشی ہمدمِ پیرِ مغاں
صحبتِ رنداں گزین و خدمتِ میخانہ کن

بگذر از پرہیز و بگذار ایں ہمہ تزویر را
بچو مستانِ عمد و پیمانہ بائے و پیمانہ کن

بعد از اں ممکن شود نظارہ آں شمعِ ناز
خویش را اول بسوزِ عاشقی پروانہ کن

جاں بیک ساغرِ نئی از زدِ نصیرِے پرست!

خویش را مستِ نگاہِ مُرشدِ میخانہ کن

اے مرا تو آفتِ جاں پہنچناں
 من بہ گردِ ناثہ گریاں پہنچناں
 تیغِ ابروئے تو عریاں پہنچناں
 دارمت در سینہ پنہاں پہنچناں
 پیش آں گلچہرہ بر خواں پہنچناں
 من ز دست خانہ ویراں پہنچناں
 ہستم از آتش بجاناں پہنچناں
 مردِ دانا چاک داماں پہنچناں
 خونِ انسان است ارزاں پہنچناں
 بُوئے عشق آید ز کتعاں پہنچناں

دیدہ و دل بر تو قرباں پہنچناں
 کارواں منزل بہ منزل می رود
 اے ستمگر! غرقِ خون شد عالمے
 گرچہ راندی آشکار از دل مرا
 از غمِ دل آنچہ گفتم اے صبا
 عالمے آباد و شاد از دستِ تو
 گرچہ دادم خرمنِ ہستی بباد
 گاو و خر را جامہ از دیبا و خز
 مَصرفے دارد پر مور و گس
 گرچہ یوسف رفت و ہم بازارِ مصر

اے نصیر از شکوہ ما بر بند لب

ہست بر تو لطفِ جانناں پہنچناں

چہ خوش طرز رفتار اے یار داری
 چو محراب ابروئے خمدار داری
 بہ ابرو چہ شمشیرِ خونخوار داری
 بہ درگاہِ حسنش اگر بار داری
 چو من بندہٴ خویش بسیار داری
 چہ رفتار داری، چہ رخسار داری

ہزاراں دل و جاں گرفتار داری
 چو وائیلِ کاکل، چو خورشیدِ طلعت
 بہ گیسو چہ زنجیر، زنجیرِ محکم
 زمن گو صبا یک پیامِ محبت
 چہ افزایم قدر در بارگاہت
 یکے حشرِ ساماں، یکے گلِ بداماں

نصیرے کہ با جورِ تو خو گرفتہ
 عجب عاشقِ ناز بردار داری

دلِ دیوانہ را در حلقہ زلفِ دو تا کردی
کرم کردی، عطا کردی، روا کردی، بجا کردی

نگاہ نازِ خود سُوئے رقیبِ اے دلربا کردی
بہ پُنجیرے غلط انداختی، تیرے خطا کردی

نقابِ سُسن را بر دشمنان از لطفِ وا کردی
کشیدی آستین بر رُخ ز مشتاقان حیا کردی

نہ الفت را گرای داشتی لے اہل الفت را
چرا آخر ستم با عاشقانِ خود روا کردی

رسانیدی شمیمِ زلفِ او را تا مشامِ من
چہ احساں بر منِ مجبور اے موجِ صبا کردی

نگاہِ رحمتِ آخرِ سبقِ بُرد از غضبِ یارب
غلطِ کردم، کرمِ کردی، خطاِ کردم، عطاِ کردی

بہ درگاہِ تو یا رب چون نصیرِ شرمسار آمد
مُجوّیش از کرمِ پوشاندی و حاجتِ روا کردی

فتنہ بپاست در جہاں قامتِ حشر زائے تو
عینِ قیامت آمدہ آلِ قدِ دلربائے تو

برقِ نظارۂ جہاں دیدۂ سُرمہ سائے تو
سُرمۂ چشمِ عاشقانِ ذرّۂ خاکِ پائے تو

جاں نہ بود خورائے تو، سر نہ سزد پپائے تو
غرقتہ آبِ نجاتم تا چہ کنم فدائے تو

ہست دل بہ پہلو ام کُشتہ غمزہ ہائے تو
عُمر تمام کردہ ام در ہوسِ لقائے تو

من بہ رہت فتادہ ام، ہوش زدست دادہ ام
بنده ام و نہادہ ام، سر بہ درِ سرائے تو

زندگی عیاں تُوئی، راحتِ عاشقانِ تُوئی
آپِ حیاتِ می چکد از لبِ خندہ زائے تو

ہر طرف کہ می روی خسرو نازنین من
خیل بُناں چو بندگاں می رود از قفائے تو

صبح اُمیدِ عاشقان از رُخ تو کند طلوع
مطلعِ حُسنِ سردی طلعتِ جانفزائے تو

بہر خدا مراں مرا شاہ تُوئی و من گدا
از درِ تو رود گُجا بادشاہا! گدائے تو

گرم طوافِ کوئے تو مہرِ منیرِ ذرّہ وار
سربہ خمیدن آردش عارضِ حق نمائے تو

چشمِ عطا پئے خدا شاہِ غریب پرورم!

ہست نصیرِ بے نوا بندہٴ بے نوائے تو

با ہمہ ناز و دلبری پاس وفا نہی کنی
 در رہ انتظار تو چشم سفید کردہ ایم
 اے بُتِ فتنہ گر چرا خوفِ خدا نہی کنی
 در تپشِ فراق تو سوختہ دل شدیم و تو
 یوسفِ دل نوازِ ما چشمِ بہا نہی کنی
 ایکہ تغافل تو مست گلشنِ زیست را خزاں
 بیچ گئے گذر بہا مثلِ صبا نہی کنی
 ایکہ تغافل تو مست گلشنِ زیست را خزاں
 خوار و زبوں شویم ما گر تو عطمانی کنی
 از پئے انتظار تو بر سر رہ گذارِ تو
 عمرِ گذشت و خویش را جلوہ نما نہی کنی

جاں بلب اے طیبِ دل در غمِ ہجر شد نصیر

دردِ فراق دادہ ای از چہ دوا نہی کنی

ساقیا در گردش آور جام را
 پائے خود مانوس کن با خار و سنگ
 گشت دل دیوانہ و زنجیر گفت
 پختہ اے باید بہ راہ عاشقی
 چون تُو را جو نیم در ہر خاص و عام
 من برائے دانہ کے اُفتم بہ دام
 نامہ بر! سوزِ دلم ہمراہ گیر
 ہاں! جوابے گردش ایام را
 خوش بنہ در راہ الفت گام را
 گیسوئے آں یارِ گل اندام را
 بر نہ تابد عشق طبع خام را
 خاص پنداریم ما ہر عام را
 از رہم صیاد بر چین دام را
 گر بہ او از من بری پیغام را

آخر از لوحِ ضمیرِ خود نصیر

محو کردم حرفِ ننگ و نام را

رُوئے یارِ خود بنگر اصلِ مدعا اینست
 نغمهٔ زمن بشنو در ره محبتِ دو
 از خدا طلبِ او را حاصلِ دعا اینست
 در عیوبِ خود بیند چشم از جہاں بندد
 خاکِ پائے جاناں شو جانِ کیمیا اینست
 خوشهٔ وفا چسند راه آشنا بیند
 عیبِ دیگران پوشد بندهٔ خدا اینست
 هر چه از خدا آید دم مزین مکن شکوه
 مردِ خوش ادا این و پیکرِ وفا اینست
 سلطنت اگر خواهی باش بندهٔ شاهے
 خمِ جبینِ خود گرداں شیوهٔ رضا اینست
 زیرِ دانش بنشین ظلِّ صد هما اینست

در محبتِ جاناں اے نصیرِ تو یکسر
 خویش را فنا گرداں معنی بقا اینست

عجب لذت تماشائے تو دارد	جهان دل تمنائے تو دارد
زحیرت پا بہ نگل ہر سرو بُستان	چه رفعت قد زیبائے تو دارد
عرق ریز است جامِ مے ز نخلت	چه مستی چشمِ شملائے تو دارد
معطر شد مشامِ جاں ز بُوئے	کہ گیسوئے دلآرائے تو دارد
خوشا آں دل کہ باشد محوِ یادت	خوشا آں سر کہ سوادے تو دارد
نباشد سہل ترکِ آرزویت	دلہم ہر دم تقاضائے تو دارد

نصیر کشتہ تیغِ فراق
 بہ دل حسرت زلبہائے تو دارد

خبرے گرت بہ مشام جاں ز مقام عشق و وفارسد
بچڈا نگاہ تو از فنا چند و بہ ملک بقا رسد

بہ چساں ز خود منشی رسم بحریم بزم جلال او
بہ ہزار حیلہ جستجو بدریکہ پیک صبا رسد

ہمہ سر بہ جیب تحیرم کہ شوم دو چار حقیقتے
پئے حل عقدہ ہستیم نظرے کاست کہ تارسد

اثرے گرفتہ ازیں سخن کہ من از خمیر ہمیں گم
چہ شود پیام مرؤتے اگر از شے بہ گدا رسد

تو گراں محیط حقیقتی ز فریب مدح جہاں گذر
ز سبک سری غلط است اگر چو غبار سر بہ ہوا رسد

بنشین براہ خود آگماں بہ امید چشم عنایتے
بود آنکہ آئینہ دولت ز نگاہ شاں بہ جلا رسد

چہ کشی نصیر غم طلب بنشین براویہ ادب

ہمہ جا اگر نرسیدہ ای سخن خوشت ہمہ جا رسد

فارسی مکالماتی غزل

چه گویت دوش آمد از در چه عشوہ ریزے چه فتنہ کارے
 رفیق جوئے، شفیق خوئے، دقیق موئے، حسین نگارے
 بلند ہوئے، پسند جوئے، ادا فروئے، چمن بدوئے
 شکفتہ کارے، خجستہ نامے، کرشمہ دایے، فریب کارے
 جلوہ شاہے، پجرہ ماہے، جواں نگاہے، جہاں پناہے
 بہ لب عقیقہ بہ دل رقیقہ بہ خو خلیقہ، بہ رخ بہارے
 چو بگفتش اے دو دیدہ قرباں مگر ربودی تو راحت جاں
 بگفت از راہ بے نیازی دریں نداریم اختیارے
 بگفتش ایس چه شد کہ یکسر نمائد در شورش حیاتم
 بہ لب نوائے، بہ سر ہوائے، بہ سیند آہے، بہ دل قرارے
 اگر چه دامن کشیدہ از من ولے فقام پپائے نازش
 بگفتش، زحمت علاجے، تبسمے کرد و گفت، آرے
 اگر تو خواہش ز ساز ہستی رسی بہ آہنگ نغمہ کن
 الاپ در وجد گاہ عالم نی دھانی دھا پاپا ما گا ما گارے
 شدم فلاطون خود پرستی کجا است آن بے خودی و مستی
 کرم کن اے پیرے فروشاں! گدائے گویت نصیر زارے

(۱۹۷۷ء اپریل ۱۹۷۷ء)

وارفتگی و مستی در عمدِ شبابِ اولیٰ در دورِ گل و لاله دورِ مئے نابِ اولیٰ
 اے زاہدِ ظاہرِ ہمیں! بیہودہ چہ می لانی از زُہدِ ریا باشد یک جرعه شرابِ اولیٰ
 من رندِ سبہ مستم و عظیمِ تو نمی فہمم از موعظہ و تلقینِ آہنگِ ربابِ اولیٰ
 در میکہدہ ہستیِ رقصیمِ سرمستی کایں عمرِ گرانیماہیہ وقفِ مئے نابِ اولیٰ
 از خرقتہ سالوسے ، وز سبجہ تزویرے بینا و قدح بہتر ، طاؤس و ربابِ اولیٰ
 از چشمِ وفاکیشاں اے دوست چہ پوشی زو کز دیدہ نامحرمِ این شرم و حجابِ اولیٰ
 ہر ذرہ براہِ او دارد خبر از منزل در چشمِ حقیقت ہیں حرفے ز کتابِ اولیٰ
 در بزمِ سخنِ سخاں بے علمِ مزینِ حرفے بے طاقتِ دانائی ناگفتہ جوابِ اولیٰ
 آن چشمِ کہ می بیند جز چہرہ جانانہ محرومِ نظر بہتر ، آسودہ ، خوابِ اولیٰ

از بزمِ ریاکاراں بگذشت نصیرِ آساں
 این رندِ خراباتی بدنام و خرابِ اولیٰ

(در زمینِ حضرت خواجہ حافظ شیرازی)

اے کہ نامت بر زبان ما غریباں ہر دے
وے کہ یادت مونس ہر بیدلے در ہر غے

از جمال رُوئے تو جمعیتِ صد جان و دل
وز پریشانی زلفِ تو ، پریشاں عالی

از خطا شرمندہ ام لطفے بفرما اے کریم!
رشتہ ابرِ کرم ، موجے نہ کاہد از یے

ساقیم آں بادہ اندر کاسہ جاں رنختہ
در نگاهِ مستِ من شد چوں خرف جامِ جے

خود یگو چوں عرضہ دارم بر تو حالِ شوقِ دل
نامہ من تنگ دامن ، نامہ بر نامحرے

ناوکِ تو چوں کہ باشد چارہ زخمِ جگر
اے خوشا صیدیکہ از تیر تو یابد مرے

جاں بلب آمد نصیر از فرقتِ دلدارِ خویش

زندگی یابد اگر بیند رُخِ آں ہمدے

(در زمینِ حضرت خواجہ حافظ شیرازی)

دیدہ ما ہرزہ گردِ جلوہ گلزار نیست
خود گلستانیم ما را با گلستاں کار نیست

در نگاہ ما نگنجد عشوہ رنگِ دونی
ما سوارا در دلِ وحدت پرستاں بار نیست

حُسنِ کامل بے نیاز از منتِ مشاطگیست
کاملاں را احتیاجِ جُبہ و دستار نیست

قدرِ گلِ بلبل بدانند قدرِ جوہرِ جوہری
در نگاہِ زراغ و کرگس وقعتِ گلزار نیست

دانہ را آخر بہ ہمتِ می کشد مورِ ضعیف
ہیچ کارے پیشِ اربابِ ہم دشوار نیست

(در زمینِ طوطی ہند حضرت امیر خسروؒ)

خار و خس را ہم کند سیراب ابرو نو بہار
رحمت حق محض بہر مرد خوش کردار نیست

چشم بلبلی لائق دیدارِ رُوئے گل بود
ہر نظر شائستہ دید جمالِ یار نیست

از زباں گویا تر است آری نگاہِ کلاماں
اہلِ معنی را بہ محفلِ حاجتِ گفتار نیست

ہر کہ او گل شد پذیرشِ چو طوطی رازداں
ہر کہ پیماید توانی روی و عطارِ نیست

بر نہ تابی جلوہ اش ، عکسِ بہاںش را بیاب
چوں بہ احمد گم شدی ، دید آخدا دشاوار نیست

کافرِ عشقم بہ قولِ حضرتِ خسرو ، نصیر

”ہر رگ من تار گشتہ حاجتِ زُتار نیست“

غنی شدیم ز جاہ و جلالِ شامانہ
 بہ پیشِ چشمِ تو ہیج است جام و پیمانہ
 تو ہیجو شمعِ فروزاں عذارِ افروزی
 خردِ حجاب و جنون است باریابِ حضور!

لب است فخرِ غلامیِ پیرِ میخانہ
 نثارِ نیمِ نگاہتِ ہزارِ میخانہ
 بہ گردِ رُوئے تو گردم مثالِ پروانہ
 اگر تو واقفِ رمزی، مباحِ فرزاندہ

ز حُسنِ نُسْتِ نمایاں جمال و جلوہٴ حق
 ہزارِ فتنہ ز موجِ خرامتِ انگیزی
 ز چشمِ غیرِ نہاں باش و دلبرانہ درآ
 جنونِ ہوش و خرد را ز مغزِ بیرون کن

بہ سخنِ ٹککدہ مخرامِ بیشِ مستانہ
 بہ انتظارِ گہِ چشمِ بے کجا بانہ
 ہپائے یارِ بندِ عقل و ہوشِ نذرانہ
 زہے نصیبِ شومِ خاکِ راہِ میخانہ

نصیرِ فاشِ مگو حرفِ رازِ درِ محفل
 کہ لبِ بلندِ شدی درِ طریقِ رندانہ

(در زمینِ حضرت مولانا جامی)

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بخوش نظرے رسد
بحریم جلوۂ خود نشین کہ ترا از خبرے رسد

شب تار و گریۂ مستقل منم و کشاکش زخم دل
بہ امید آنکہ ستارہ اے سر مطلع سحرے رسد

خبرے نیامدہ از قفس زآل طوطی خوش نفس
مگر اہتمام گزند اُو بہ عُبَارِ مُشْتِ پرے رسد

مے جستجو نہ چشیدہ ای بہ تجسے نہ نمیدہ ای
تُو بہ فہم خود چہ رسیدہ ای کہ بہ کُنہ تو دگرے رسد

بہ نگاہ پُر ہوسان تن چہ تمیز آدم و اہرن
پئے امثال بہ عیار فن مگر آنکہ دیدہ ورے رسد

چہ کشی مذلت مہمے بہ تلاش کوثر و زمزمے
بدہش زگریۂ شب نئے کہ بہ نخل دل ثرے رسد

مدد اے کرشمۂ آرزو کہ نصیر در رہ جستجو

نفسے کشد ، سخنے زند ، قدمے ند ، بہ ورے رسد

(در زمین حضرت میرزا عبدالقادر بیدل)

چہ سخن رسید ز شورِ دل بہ لبانِ زمزمہ سازِ من
کہ بہ خلق رفتہ قیامتے ز نوائے سینہ گدازِ من

چہ طلسمِ حیرتِ مُطلقم ، چہ فسونِ عقلِ مجزوی
نہ بمن رسد تگ و تارِ تو نہ بتو رسد تگ و تارِ من

مخروشِ پیشِ من این قدر بہ غرورِ نعمتِ سیم و زر
کہ بلندیِ سرِ آسماں نرسد بہ گردِ نیازِ من

نہ من آنچنان کہ بتو رسم نہ تو آنچنان کہ بمن رسی
تو و بزمِ عشرت و عافیت من و نالہ ہائے درازِ من

شدہ ام ز جلوةٴ دوستِ پُر پس ازین مرا ہمہ اُو شتر
کہ شرابِ برقِ حقیقتش ہمہ سوختِ طورِ مجازِ من

عبث است ذکرِ مےٴ ذنی بگذار این ہمہ پُر فنی
بنشین کہ یک دو قدحِ زنی ز نگاہِ بادہ نوازِ من

(در زمینِ حضرتِ پیدل)

بہ قضائے مُفتی رنگ و بُو بہ کرشمہ ہا ہمہ کردہ خو
 چہ تو و چہ جلوہ ناز تو چہ من و چہ رنگ نیاز من

نہ نیم بہ عظمت آسماں سرِ مُفتختم بہ درِ خساں
 کہ نداد درسِ تملقم ز ازل معلّم نازِ من

بہ سرورِ دیدہ سُرمگیں نگئے کرشمہ در آستیں
 بہ خم دو کاکلِ عنبریں کرم اے شکستہ نوازِ من

نہ روم بہ مسجد اگر کشاں ز جنوں سری غلطم مخواں
 بہ دریکہ خم شود آسماں چہ بساطِ پُشتِ نمازِ من

چہ کنم نصیر بہ ناکساں نظرِ ہوس پئے آب و ناں

کہ ہزارِ مرحمت و کرم بنمودہ میئرِ جازِ من

به آهنگِ میرزا بیدل

تَعَالَى اللّٰهُ چه زیبا بر سرِ محفلِ نَشْتَسْتَش
 تُو گوئی جان و ایمان و دلِ عالم بدستش
 جنون در کارِ خود همشمار از فیضِ نگاهِ او
 خرد رم خورده جامِ ریحقِ چشمِ مستش
 کجا اغیار و اعدا، خویش را بیگانه می بینم
 که از پیوستنش بس وحشت افزا تر گسستش
 ز یادِ خود مده آواره دشتِ محبت را
 بجانِ تو که یادِ تو متاعِ بود و هستش
 دلِ عاشق در آشوبِ ملامتِ آنچنان ماند
 که صیاد است و از ناوکِ زبولِ صیدِ به شستش
 خضر در سبزه خُطش بسا ز زندگی جوید
 میسکا نیم جان در یادِ لعلِ مے پرستش
 ز افسوں کاری مهر و عتابش سخت حیرانم
 که از مے در جهانِ دل گشاؤ کارو بستش

چه دریا بند این صورت پرستان ذوقِ آلِ رندے
 کہ مثلِ موج صد وارنگی ہا در شکستش
 نہ وارستست از پیکانِ چشمِ مستِ اُوسیدے
 ز دامِ طُورِ پُر خُمِ کرا یارائے جستش
 جمانِ اہلِ دل از جلوہ رخسارِ اُو روشن
 نگاہِ گلِ رُخاںِ مخمورِ چشمِ مے پرستش
 نہ گنجد در بیاں ہا رفعتِ آلِ مردِ حقِ مستے
 کہ شان و شوکتِ آفاقیاں در دیدہ پستش
 بہ چشمِ کمِ ہمیں ہرگز نصیرِ دردِ سماں را
 کہ شامِ زندگی روشن تر از صبحِ استش

(بہ آہنگِ میرزا بیدل)

سرِ لوحِ مُصنّفِ رُخِ گُشا کہ بہارِ صبحِ دمیدہ ای
 کرے کہ یوسفِ رحمتی، نظرے کہ دولتِ دیدہ ای

ہوسِ نیازِ ہر آستان نہ کشد بہ ہر زہ گدا نئیم
 بہ غبارِ راہ تو قائم تو اگر ز من بیریدہ ای

پر و بالِ سعیِ عبثِ مزین بہ عبورِ بامِ الوہیت
 بوفائے حقِ عبودیت کہ بہ فکرِ سگِ نرسیدہ ای

نفسے بمشقی خود آگی نظرے گُشا و بخود نگر
 کہ امینِ جلوۂ سردی کہ بہارِ حُسنِ ندیدہ ای

چہ بلا ربودہ غیرتی کہ بجزبِ پُر اثرِ نفس
 تب و تابِ جوہرِ رنگ و بُو ز دماغِ غنچہ کشیدہ ای

ستم است این روشِ جنوں کہ ز خود فریبی پُر فسوں
 نظرے بہ او نہ گشودی و نفسے ز خود نرمیدہ ای

نہ بچشم تو اثر نئے نہ بسینہ ات خلش غم
چہ تشخصی چہ تعینی کہ بدایغ دل نہ پیدہ ای

غم چشم و کاکل این و آل پئے تست جائے نداسے
تو کہ جیب ہستی خویش را بجنون خود ندیدہ ای

چہ قدر بخواہش ما سوا ، رم تست ہرزگی آشنا
کہ دل تو طور تجلی و تو بہ طوف کعبہ دویدہ ای

عجب است قصہ غفلت کہ ہرزہ شورش ما و من
محضور سمع قبولیت سخن ز خود نشنیدہ ای

قدم و حدود تو پڑ زیاں ، عدم و وجود تو بمعناں
تو اگر بیاد نگاہ او قدح جنوں نہ کشیدہ ای

طرب اے نصیر ابوالبلیاں چہ شوی فسرده ز اہلباں

کہ تو در نگاہ چمن دلاں ہمہ جلوہ ای ، ہمہ دیدہ ای

(بہ آہنگ میرزا عبدالقادر بیدلؒ)

چہ دلے کہ مستِ طرب نشد ز دو چشم بادہ بجام تو
چہ قیامت است کہ سر نزد ز خرامِ فتنہ گام تو

خیم زلفِ تست مرا اماں سر کوائے تست بہارِ جاں
ز روم بہ طورِ تجلی ز درت ، بہ عظمتِ نام تو

ز فسوں خرائی خود نخل ہمہ غرقِ حسرت دیدنت
خبرے کہ کرد بہ آہواں ز بہارِ موجِ خرام تو

بمقامِ صلحِ ریم گئے ، تو بہ زہد و من بہوائے ے
بتائے مژہ باز کن چہ جوابِ من ، چہ سلام تو

چہ بساطِ ذرّہ ناتواں چو سمندِ اخضرِ آسماں
بہ فسوںِ عنانی کھکشاں نرسد بہ گردِ خرام تو

دلِ من بہ نشہ معنوی شدہ مستِ بادہِ سردی
تو کجا و یادِ من از کجا دو جہاں فدائے پیام تو

اگر از تو مہر بریدہ ام و گر از درت بر میدہ ام
کرے بمن کہ رسیدہ ام بحریمِ رحمتِ عام تو

تُو و مشق زینت و آئینہ ہیں پردہ بانہہ آبرو
من و چشم و کونے ملائے بہ اُمید جلوۂ بام تو

غم و پیچ موجہِ سلطیم چہ زخم دم از عمق آگہی
قمر سپہر تقدسی ، چہ رسم بہ عرش مقام تو

بہ در خزانکدہ جنوں چو بہار یاد تو پا نہند
بخدا کہ صبح طرب دم بہ دیار وحشی رام تو

چہ کنم جز اینکہ جبیں بنم بہ غبارِ راہِ تصویر
لب خشک و زحمت موجِ یم ، من تیرہ بخت و پیام تو

چہ گلی بہ گلکدہ صُور بہ جمالِ غمزہ ناز و فر
کہ زباں خورد خیمِ گردشے بہ طوافِ کعبہ نام تو

تب و تابِ سینہ بخوں رسد ، دو جہاں بدام فُوں رسد
دلِ عالی بخوں رسد ز تبتیم لبِ بام تو

لب تست معبدِ رنگ و بو ، زرخ تست کعبہ آبرو
چہ کنم اگر نہ جنوں کنم من پر شکستہ بہ دام تو

شدہ غرق زورق آرزو بہ هجومِ لُجئے جتجو

کرم اے نصیرِ شکستگان ! کہ نصیرِ خستہ غلام تو

(بہ طرز حضرت بیدل)

با چه ناز اے سرو زیبا با چه رفتار آمدی
روشنی گُلما شکستی چون بہ گلزار آمدی

سید خواہی کرد صدا مَرغِ دل اے نازنیں!
در گلستان با کمنہ زلفِ خمدار آمدی

چوں تو اندر خانہ بودی خانہ بر انداختی
یک جہاں دیوانہ کردی چوں بہ بازار آمدی

درِ دل شد راحتِ جاں اے بُتِ عینِ نفس!
از کرم چوں بر سرِ بالینِ بیمار آمدی

وا نمودی حُسنِ خود در جلوہ ہائے رنگِ رنگ
گاہ بر منبرِ شہدِ گمہ بر سرِ دارِ آمدی

لالہ گشتہ پا بہ گل، گل از رخت مانده نخل
اے سرتِ گردم باین خوبی بہ گلزار آمدی

با ورم آمد کہ عمرِ رفته ہم آید بہا
تا تو یارِ بے وفا در خانہ یارِ آمدی

از غمِ عشقِ مبتلا آزاد بودی در جہاں
اے دلِ ناداں بولفش خود گرفتار آمدی

کارِ مرداں روشنی و گرمی است آریے نصیر

بزمِ یاراں گرم کردی چوں بہ گفتار آمدی

۱۔ کارِ مرداں روشنی و گرمی است، یہ مصرع حضرت مولانا رومیؒ کا ہے۔

(در زمینِ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ)

عاشقان را عذو شانے دیگر است
آنکہ کردہ صید خود مرغِ دلم
داستانِ دل ز دل دلبرِ پیرس
شاد از و صلیم و ناشاد از فراق
اے کہ بینی بر لبم موجِ نشاط
نے گذر آنجا گمان و وہم را
تُو قدمِ بنہی گر از راہِ کرم
سادہ دما را کند غارت ز حُسن
شد مکانِ دل خیمِ زلفِ بُنیاں
از دکانِ جو فروشاں جو طلب
در طریقِ جستجوئے بے نشاں
زہد و تقویٰ، حسن و خوبی، علم و عشق
ہر تقسیمِ کلامِ ما نصیر

شوکت و اجلال و آنے دیگر است
آں کہاں ابرو جوانے دیگر است
داستانش ، داستانے دیگر است
گلشنِ ما را خزانے دیگر است
در دلم آہ و فغانے دیگر است
محو حُسن را جہانے دیگر است
این زمین ہم آستانے دیگر است
رہزنِ این رہ جوانے دیگر است
ہر مکیئے را مکانے دیگر است
دُزِ معنی از دکانے دیگر است
بے نشاں گشتنِ نشانے دیگر است
مہرِ ما را آسمانے دیگر است
نکتہ سنجے ، نکتہ دانے دیگر است

۱۔ حضرت پیرسید مرعلی شاہ گولڑوی کی طرف ایک لطیف اشارہ

خمسہ بر غزلِ حضرتِ سعدی شیرازی

بر سفر اے ماہِ زیبایِ روی کردہ ویراں شہرِ دلِ رامی روی
عالمے ہمراہ و تنہا می روی سروِ سیمینا بصرِ رامی روی
سخت بے مہری کہ بے مامے روی

پیر و برنا بستہ گیسوئے تو مست کردہ اہلِ دلِ را بُوئے تو
قبلہٴ دلِ کعبہٴ جاں کُوئے تو اے تماشا گاہِ عالمِ رُوئے تو
تو کجا بہرِ تماشا مے روی

قلبِ ناشاداں زیکِ حرفِ تو شاد تا ابد گلزارِ حُسنِ تازہ باد
اے کہ دیدارِ تو نیلِ ہر مُراد گر قدمِ بر چشمِ منِ خواہی نہاد
دیدہ بر رہِ می نیم تا می روی

اے وجودت در حسیناں معتبر چہرہٴ تو باعثِ عیدِ نظر
آئندہ گوید کہ اے رشکِ قمر گر تماشا می کنی در خود نگر
کے بخوشتر زیں تماشا می روی

تُو کہ در خوبی ز خوباں برتری خود بجاپِ حُسنِ خودِ رامی دری
بے نقاب از چشمِ عالمِ بگذری رُوئے پنہاں دارد از مردمِ پری
تو پری رُو آشکارا می روی

جان و دلِ ہموارہ خاطرِ خواہِ تست وین نصیرِ خستہ خاکِ راہِ تُست
بچو اُو صد بندہٴ درگاہِ تُست دیدہٴ سعدی و دلِ ہمراہِ تُست
تا پنداری کہ تنہا می روی

خمسه بر غزل مولانا ہلالی آستر آبادی

از حُسن تو اُفتادہ چہ شورے بہ زمانہ عالم ہمہ جویائے تو اے دُرّ یگانہ
 ہر کس ز تو دارد بہ لبِ خویش فسانہ اے تیرِ غمت را دلِ عُشاق نشانہ
 خَلقے بتو مشغول و تو غائب ز میانہ
 از درد تو دارم بہ دلِ خویش خزانہ فارغ شدہ از عزت و ناموسِ شمانہ
 فرہاد و شَم بہر تو شیرین زمانہ مجنوں صفتم در بدر و خانہ بخانہ
 شاید کہ بہ بینم زُخِ لیلے بہ بہانہ

دیوانہ تو ہستم و بیگانہ ز غیرم مانند صبا بہر تو اے لالہ! بہ سیرم
 در ذوقِ تمنائے تو پڑاں شدہ طیرم گہ معکلفِ مسجد و گہ ساکنِ دیرم
 یعنی کہ تُو مِی طلبم خانہ بخانہ

با طعنہ و تشنیع مرا نیست سروکار گرم چے آل یار بہر کوچہ و بازار
 باشد کہ رسم در حرمِ دوست بہ یکبار حاجی بہ رو کعبہ و من طالبِ دیدار
 او خانہ ہی جوید و من صاحبِ خانہ

بنگر بہ نصیرِ آل کہ شہیدِ کرمِ تُست آسودگی او ز نویدِ کرمِ تُست
 مایوسِ مگرداں کہ بعیدِ کرمِ تُست تقصیرِ ہلالی بامیدِ کرمِ تُست
 یعنی کہ گنہ را بہ ازیں نیست بہانہ

خمسہ بر غزل ابوالمعانی میرزا عبدالقادر بیدل

بہ طوفان ہائے دریا گوہرِ غلطان شود پیدا بشام تیرگی با کوکبِ رخشاں شود پیدا
پس از صد خار، بر شائے گلِ خنداں شود پیدا کجا الوانِ نعمت زیر بساطِ آساں شود پیدا
کہ آدم از بہشت آید برون تا ناں شود پیدا

چرا در کسبِ آں ہر دم کنی تو سعی لا حاصل بالآخر تا کجا حرصِ کنی چون مردِ لا یعقل
چنین وش از فریبِ او فردمانی، چو خر در گل تمیز لذتِ دُنیا ہم آساں نیست اسے غافل
چو طفلانِ خون خوری یک عمر تا دنداں شود پیدا

بہ جز ناکامی و حسرت نیابی بیچ در دُنیا ازیں منزل گہ حرص و ہوا بر بندِ محمل را
مبادا در جہاں از الفتِ ہستی شوی رسوا اماں خواہ از گزندِ خلق در گرمِ اختلاطی ما
کہ عقربِ بیشتر در فصلِ تابستان شود پیدا

سحابِ تیرہٴ غمما بہ گیتی آسماں آرد زبارانِ حوادثِ اہلِ عالم را بیازارد
بہ کشتِ جانِ دل ابرِ مصائب پے بہ پے بارد بنائے وحشتِ این کمنہ منزلِ عبرتے دارد
کہ صاحبِ خانہ گر پیدا شود، مہماں شود پیدا

نصیر از درد و غممائے زمانہ گشتہ ای بسمل زحقِ رحمتِ طلبِ درگردشِ دوراں برائے دل
براہِ منزلِ حُسنِ حقیقتِ شو گراں محمل رویفِ بارِ دُنیا رنجِ عُقبی ساختنِ بیدل
زگاد و خرمنی آید، مگر انساں شود پیدا

خمسہ بریکِ غزلِ فارسی

پیکرِ اعجاز! قربانت شوم گوہرِ ممتاز! قربانت شوم
گلبنِ صد ناز! قربانت شوم اے بُتِ طنّاز! قربانت شوم
اے سراپا ناز! قربانت شوم

حُسنِ بے انہاز! بنما جلوہ اے شاہِ خوباں! باز بنما جلوہ اے
باہزاراں ناز، بنما جلوہ اے تُو بہ ہر انداز بنما جلوہ اے
من بہ ہر انداز قربانت شوم

رُوئے خوبِ تو پسندِ جان و دل دُوریتِ وجہِ گزندِ جان و دل
تارِ مُوئے نُسْتِ بندِ جان و دل حلقہٴ زلفتِ کمندِ جان و دل
اے کمندِ اندازِ قربانت شوم

در رہتِ استادہ کاہیدم، ولے جَبَنہ را ہر چند سائیدم، ولے
بر کر مہائے تو نازیدم، ولے گردِ کُویتِ من بگردیدم، ولے
ایں چنّیں من باز، قربانت شوم

من نصیرِ عاجزم، غوثِ جلی! بے نوا و ناقصم، تُو کاملی
دستِ تو دستِ نبیؐ دستِ علیؑ اے کہ پائے تو بدوشِ ہر دلی
اے بیائے ناز، قربانت شوم

خمسہ بر غزلِ یکے از اہلِ نسبت

با غم و دردِ محبت سر و کارے دارم ہست صد داغ بہ دل ، باغ و بہارے دارم
عزّ شایہ برہش گرد و غبارے دارم قصرِ جنت چہ کنم کوچہ یارے دارم
ترسِ دوزخ چہ کنم زوئے نگارے دارم

نقش بر لوحِ دلم شد خد و خالِ لیلی وقف شد دیدہ شوقم بجمالِ لیلی
از خودم بے خبر و مَحْوِ خیالِ لیلی ہچو مجنوں بہ تمنائے وصالِ لیلی
روز و شب چشم سُوئے ناقد سوارے دارم

اُونہاں در دل و من خانہ بخانہ جویم پا ز سر ساختہ و راہِ محبت پویم
ہستیم نیست شدہ ، عکسِ جمالِ اُویم ہچو منصورِ زماں فاشِ اناالحق گویم
شکر صد شکر کہ سر لائقِ دارے دارم

دیگراں راست بدلِ حسرت و داغِ جنت من ندارم سرِ سودا و دماغِ جنت
نے مرا فرصتِ نار و نہ فراغِ جنت ہچو زاہد نہ کنم خواہشِ باغِ جنت
خوشتر از باغِ جنان کوچہ یارے دارم

اے نصیر از دلِ من محو شدہ رنج و خوشی دارم از خلقِ جہاں وحشت و بیگانہ وحشی
روز و شب من بہ تمنائے رسولِ قرشی می زوم ؛ نالہ کنم مثلِ بلالِ حبشی
شوقِ پا بوسی آں ناقد سوارے دارم

خطاب بہ مسلم فرنگی منش

اے مسلم از فرنگ وز بد مذہبیاں خیز با جذبہ حُب نبویٰ نعرہ زناں خیز
 اے زندہ دل از محفلِ افسردہ دلاں خیز تا چند بہ خاکِ درِ دُونانِ جہاں خیز
 گر صلح نہ ورزند بہ شمشیر و سناں خیز
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

در سینہ تو جلوہ یک ذات نہانت از چشمکِ تو کون و مکاں لرزہ بہ جانست
 از قوتِ بازوئے تو شورے بہ جانست ہر طفلِ دبستانِ تو مردِ ہمہ دانست
 در شوقِ طوافِ حرمِ حق نگرانِ خیز
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

از وضعِ فرنگی چو زناں مستِ خرامی بر شیوہٴ اسلافِ کئی تند کلامی
 اے دوائے بہ بیگانہ شدی ناصر و حامی بر پشتِ نہادی روشِ روی و جانی
 بابا! یقین از نفسِ وہم و گماں خیز
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

گفتارِ عبثِ مشغلہٴ روز و شبِ تُست در نقلِ سخنِ ہائے متیں بستہ لبِ تُست
 مردودِ خردِ شیوہٴ ترکِ ادبِ تُست بر گشتہٴ ز اسلافِ طریقِ طلبِ تُست
 از آتشِ آفاتِ تَرُوْد، چو دُخاںِ خیز
 از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

در عهد سلف مومن دل صاف تو بودی بر چرخ ستم تیر انصاف تو بودی
 آئینہ حق بینی اسلاف تو بودی القصہ کہ مجموعہ اوصاف تو بودی
 اکنون چه شدت اے خلف زندہ دلاں! خیز
 از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

بر خیز! کہ بر تو دگراں خندہ زنایند ہشیار! کہ در راہ تو اشار نہایند
 زہار! ترا تا بہ تملق نہ نشانند بیدار! کہ در حق تو سرگرم زیانند
 اے قافلہ سالارِ خرد! قافلہ راں خیز
 از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

از بحر طلب گوہر عرفاں بہ کف آؤر اے مرد خدا! ہمت مرداں بہ کف آؤر
 اے بندہ زر! مایہ ایقاں بہ کف آؤر فقرِ عمر و بود و سلماں بہ کف آؤر
 با نقدِ نظر در طلبِ حق منشاں خیز
 از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

میراثِ پیمبر زر و دینار و درم نیست اے منعمِ دین! در خور تو حرصِ نعم نیست
 شایان تو محتاجی اربابِ کرم نیست شائستہ ذات تو بہ جز دُرِ حکم نیست
 اے بندہ تن! خیز چہ راحت جاں خیز
 از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

بے حرمتی دیں ز کج اندیشی ذاتت مجروح دلِ مَلّت بیضا ز صفات
لرزاں بہ رہ ذوقِ یقیں پائے شہادتت بے گور و کفن مُردنِ تُو بہ ز حیات

اے شیر! ز رُوباہ مزاجاں جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

ایماں طلبی ' از روشِ دہرِ حذر کن بر بے ہنری غزہ مشو! کسبِ ہنر کن
خاکِ رہِ اربابِ نظرِ کُلِ بصر کن داماںِ نظرِ پُر ز تجلّائے نظر کن
اے بلبلِ لبِ بستہ! دے زمزمہ خواں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

دوش تو ز تقدیسِ امانت تہ بارے خارِ چنّت رُوکشِ صد رنگِ ہمارے
شمس و قمر از شعلہ تو جَسْتہ شرارے افلاک بہ راہت اثرِ گرد و غبارے
با عزمِ مصمم پئے تخیّر جہاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

اے کم نظر آں عفت و تطہیر کجا شد آں نُورِ یقیں در حقِ تقدیر کجا شد
فریادِ سحر ، نالہ شہگیر کجا شد آں دبدبہ و صولت و توقیر کجا شد
اے شعلہ سیالِ عمل! شعلہ بہ جاں خیز
از خوابِ گراں خوابِ گراں خوابِ گراں خیز

برائے ذوق دانشورانِ علم و فن

خوش است کائل و چشم و دو ابروئے دلبر
 یکے کمند و دووم زرگس و سووم خنجر
 بود برائے دلم
 یکے بلا و دووم فتنہ و سووم محشر
 بہ چشمِ اہل وفا
 یکے قشنگ و دووم دلکش و سووم خوشتر
 چہ ہست بہر زناں
 یکے حیا و دووم عصمت و سووم چادر
 بہ شرعِ مصطفوی
 یکے طراز و دووم زینت و سووم زیور
 برائے مرد بود
 یکے جہاد و دووم نصرت و سووم کشور
 چہ خواهد از مرداں
 یکے حنین و دووم خندق و سووم خیر
 یکے طلب کند ز سپاہ
 یکے حسینؑ و دووم جعفرؑ و سووم حیدر
 بہ رزم تیر و سناں
 یکے شجاع و دووم اشجع و سووم صفدر
 ز جنگ جو خواهد
 یکے خروج و دووم طاقت و سووم لشکر
 دہد بہ اہل وفا
 یکے شعور و دووم جرأت و سووم رہبر
 بہ غازیان باشد
 یکے سلاح و دووم مغفر و سووم معبر

بود بچشمِ عدو کے خدنگ و دُومِ دشنہ و سَومِ نشتر
 فرو برد در دل کے نگاہ و دُومِ قربت و سَومِ دلبر
 بیاد می آرد کے شراب و دُومِ ساقی و سَومِ ساغر
 بہ چشمِ میخواران کے عقیق و دُومِ لولہ و سَومِ گوہر
 بہ حُسن می باشد کے حُسن و دُومِ احسن و سَومِ بہتر
 بہ دیدہ بلبل کے بہار و دُومِ جلوہ و سَومِ منظر
 ز رُوتے جوہر خویش کے نظیف و دُومِ انظف و سَومِ اطہر
 چہ ہست در تخلیق کے زلال و دُومِ زمزم و سَومِ کوثر
 بہ نزدِ تشنہ لبان کے معاد و دُومِ مرکز و سَومِ محور
 برائے اُمتیاں کے کتاب و دُومِ سنت و سَومِ سرور
 نصیر! در عرصات کے معین و دُومِ شافع و سَومِ یاور

نوٹ :- ہر شعر کا مصرع اول سابقہ شعر کے دوسرے مصرع کے الفاظ کے دوام اور سوم چھوڑ کر باقی
 ماندہ الفاظ کے مرکبِ عاطفہ سے تشکیل پاتا ہے اور نظم کے آخر تک یہ تسلسل برقرار رہتا ہے
 (نصیر)

قلم و نعت

کے نامور شاعر اور میرے کرم فرما بزرگ دوست جناب حافظ مظہر الدین صاحب مظہر کی یاد میں

مظہر الدین ، نعت گوئے نامور	محرم رمز سخن ، عالی نظر
سینہ اش عشقِ نبیؐ را جلوہ گاہ	آں حق آگاہ و معارف دستگاہ
کرد بالا در ادب معیارِ نعت	اشک ہائش غازۃٔ رخسارِ نعت
داشت کیفِ نعتِ خوانی مُستقل	نعرہ زن با درد مندی ہائے دل
آں ہمہ سوز و ہمہ ذوق و سرور	جان او سرمایہ اندوزِ حضور
دانش از اشکما ہموارہ تر	ذکر و فکرش بدحتِ خیر البشر
در نگاہ او جمالِ مُصطفیٰ	ذہن او نحو خیالِ مُصطفیٰ
شادماں اندر شنائے شاہِ دین	بود مقصودش رضائے شاہِ دین
دیدمش در یادِ احمدِ نعرہ زن	ہم بہ تنہائی و ہم در انجمن
منقطع بود از علائقِ رشتہ اش	گشتہ از اربابِ ثروت و سنگش
داشت عجز و انکسارِ برملا	با غلامانِ رسولِ مجتہم
چشمِ لطف از فقر جاہاں داشتہ	اجتناب از کج کلاہاں داشتہ
ربط با رومیؒ و جایی بیش داشت	بدحتِ محبوبِ داور، کیش داشت
بود مظہر بلیلِ بُستانِ عشق	ہر سہ دیوانش بہ نعت ایمانِ عشق
نام او لا فانی از آثارِ نعت	چہرہ اش تابندہ از انوارِ نعت
لطفِ ختمِ المرسلین را مظہرے	لامعاتِ سینۂ او خاورے

السلام اے آستانِ بوسِ رسولؐ

السلام اے واردِ بابِ قبول

مخواندہ کتاب باب جبریل

مجموعہ نعت جناب حافظ مظہر الدین صاحب مظهر

از من پذیر التماسے	اے تکتہ ورے ، سخن شناسے
صاحب نظری بہ فکر لغزی	کز جادۂ منصفی نہ لغزی
فکر تو کلید باب معنی	ذہن تو دقیقہ یاب معنی
کال خاصہ طبع ارجمند است	بس مرتبہ سخن بلند است
در اخذ نکات باشد استاد	ہر ذہن رسا و طبع وقاد
چون تندی سے جگرگداز است	انداز سخن نوائے راز است
فرق سخن است و بے زبانی	در مُردہ و زندہ گر بدانی
داند نگہ ادب نوازاں	قدر سخن و سخن طرازاں
در راہ ادب یگانہ مرد است	مظہر کہ بہ ذوق و شوق فرداست
درویش نواز ، درد مندے	آن حق نگرے و حق پسندے
با کج کلمہاں ، بہ ناز بیش است	بیش فقرا نیاز کیش است
نفرت ز قلندراں ندارد	رغبت بہ سکندراں ندارد

شعرش را پایه ایت عالی
 کیفیتِ نغمہ ہائے شیریں
 در معرضِ فکر و فنِ امینم
 آن طرفِ سخنور و ادیب است
 مدحتِ گرِ خاتمِ البیتیں
 آن کو بہ رُسلِ امام و سرور
 ممتاز بہ شانِ حقِ نمائی
 ہم شمعِ جمالِ بزمِ امکان
 سرتاجِ پیہراں ، حقِ آگاہ
 شاہیکہ جلیلۃُ القُدم است
 یارب! نگرم چہ طرفِ منظر
 آن را بہ حریمِ لطفِ جاوہ
 آمنگ ز جذبہٴ بلالی
 دیدم بہ کلامِ مظہر الدین
 شرحِ دہمت از انچہ بینم
 دیوانہٴ جلوۂ حبیبِ است
 سلطانِ وجود ، ہادیِ دین
 ہم شافعِ اُمتاں بہ محشر
 آن بندہ کہ می کند خدائی
 ہم خلوتیِ حریمِ یزداں
 دانائے رموزِ لی مع اللہ
 ذاتیکہ مدینۃُ العلوم است
 بابِ جبریل و دستِ مظہر
 خیراتِ زخوانِ مصطفیٰ وہ

دارد بہ نصیرِ رسم و راہے

با آن ہمہ احتشام و جاہے

یہ اشعار میں نے

محترمی ڈاکٹر سبط حسن رضوی کی ایک فارسی تصنیف کی تقریبِ رونمائی کے موقع پر لکھے۔ یہ تقریب راولپنڈی میں مئی ۱۹۷۰ء منعقد ہوئی۔ اس وقت میری عمر ۲۱ سال تھی۔ اس محفل میں دیگر دانشوروں اور اہل زبان حضرات کے علاوہ مصوّر جذبات جناب جوش ملیح آبادی مرحوم اور میرے بزرگ دوست اور ملک کے نامور نعت گو شاعر جناب حافظ مظہر الدین صاحب مرحوم بھی جلوہ افروز تھے۔ ان سب حضرات نے ان اشعار پر مجھے بغیر کسی نخل کے داودی اور حق سخن فہمی ادا کیا۔ (مصنف)

مشکل است اما طبیعت را بجولایا داشتن	سہل باشد خامہ بر قرطاسِ تیبیاں داشتن
سلسبیلِ لُطُف را سر جوشِ طُوفانِ داشتن	نُو عروسِ فکر را دادنِ قبائے زر نگار
رایتِ دانش بدستِ فکر جُنباں داشتن	ایستایِ اہلِ ہمت از دُوں ہمتاں
سینہ را گنجینہٴ دُر ہائے غلطاں داشتن	گوہرِ معنیٰ بر آوردنِ ز دریائے خرد
عندلیبِ مُہر بر لب را غزلِ خواں داشتن	طُوٹی لب را بسازِ گفتگو دادنِ سرود
خاوریِ اوراک را اندر گریباں داشتن	حسروِ آفاقِ حکمت را نگوں آوردنِ است
زیر لبِ مثلِ صدفِ لَوُؤ و مَرجاں داشتن	زختنِ ز انفاسِ گوہر ہائے عرفاں در کلام
وقتِ حقِ گوئیِ زباں را تیغِ عریاں داشتن	آختنِ شمشیرِ حق در زرمگاہِ کفر و دین
تالیشِ برق و نگاہِ شعلہ سماں داشتن	از پئے سوزیدنِ حنّانہٴ باطلِ اساس
توبہٴ ثولیدہ را بر طاقِ نسیاں داشتن	اقتباسِ از شعلہٴ رویاں در ہجومِ تیرگی
ہائے و ساقی و مُطربِ عمد و پیمانِ داشتن	رشتہٴ اُلقتِ گسستنِ یکسر از زُہادِ خشک
آتشِ عشقِ بتاں در سینہٴ پنہاں داشتن	با فغانے کائناتِ عقل را دادنِ بہاد

نرم تر بودن به اہل دین ز انفاں نسیم
 اکتساب فیض گویائی ز پیران سخن
 امتحان فکر کردن بر عیارِ مصطفیٰ
 اول از قعرِ زمیں برخاستن با عزمِ نو
 صحبتِ اہلِ حرم و وزیدن ، انا گاہ گاہ
 با علیٰ دل بستن و رفتن بہ منہاجِ حسینؑ
 سوائے اربابِ وفا دیدن بہ آدابِ نیاز
 در حضورِ داورِ گیتی بوقتِ التجا
 در نجومِ مُلحدانِ عصر و زندیقانِ وقت
 لازم آمد بہر تخلیقِ مضامین بلند
 دُکترِ سبطِ حسن رضوی کہ مسازِ من است
 شسوارِ عرصہٴ فکر ، آل ادیبِ نامور
 جملہ اوصافِ نکوئی در نہادش مستتر
 مظہرِ الدینیم بہ رضوی شد تعارف را سبب
 بہت اعجازِ نگاہِ حیدرِ گردوں جناب
 در نبردِ کفر صد محشرِ بدامان داشتن
 ارتباطِ علم با خیلِ جوانان داشتن
 عقل را پابند ارشاداتِ قرآن داشتن
 بازگامے بر سرِ پرچمیں و کیوان داشتن
 از وسیعِ المشرقی چشمے بہ رندان داشتن
 در رگِ جاں گرمیِ خونِ شہیدان داشتن
 حلقہٴ اہلِ محبت را فروزاں داشتن
 قلب سوزاں ، جسم لرزاں ، چشمِ گریاں داشتن
 با خدا بودن ، نظر بر دین و ایمان داشتن
 طبعِ نیکال ، عقلِ خاصاں ، اصلِ پاکاں داشتن
 خوش بود ذکرِ کتابش را بعنوان داشتن
 چون انیسِ او را روا باشد بچشمش داشتن
 می سزد او را قدم بر طُورِ عرفاں داشتن
 باشد اینجا ذکرِ او حرزِ دل و جاں داشتن
 ابرِ دانش را ز کلکِ فکر باراں داشتن

نیستی از حلقہٴ اربابِ دانش اے نصیر

بر تو واجب خویش را چون عقل پنهان داشتن

غزل بہ عنوان یادِ ماضی

نکل چکے ہیں خرد کی حدوں سے دیوانے
 اب اہلِ ہوش سے کہہ دو نہ آئیں سمجھانے
 بساطِ بزمِ اکٹ کر کہاں گیا ساقی
 فضا خموش ، سُبو چُپ ، اُداس پیمانے
 یہ کس کے غم نے دلوں کا قرار لُٹ لیا
 یہ کس کی یاد میں سر پھوڑتے ہیں دیوانے
 بھری بہار کا منظر ابھی نگاہ میں تھا
 مری نگاہ کو کیا ہو گیا خدا جانے
 ہے کون بر لبِ ساحل ، کہ پیشوائی کو
 قدم اٹھائے بہ اندازِ موج ، دریا نے

تمام شہر میں اک درد آشنا نہ بلا
 بسائے اس لئے اہل جنوں نے ویرانے
 نہ اب وہ جلوۂ یوسف نہ مصر کا بازار
 نہ اب وہ حُسن کے تیور، نہ اب وہ دیوانے
 نہ حرفِ حق، نہ وہ منصور کی زباں، نہ وہ دار
 نہ کربلا، نہ وہ کلتے سروں کے نذرانے
 نہ بلبلِ یزد، نہ شبلی، نہ اب جنید کوئی
 نہ اب وہ سوز، نہ آہیں، نہ باؤ ہو خانے
 خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی
 نہ سلسلے نہ وہ قصے نہ اب وہ افسانے
 نہ قدرِ داں، نہ کوئی ہم زباں، نہ انساں دوست
 فضائے شہر سے بہتر ہیں اب تو ویرانے
 بدل گئے ہیں تقاضے مزاج وقت کے ساتھ
 نہ وہ شراب، نہ ساقی، نہ اب وہ میخانے
 تمام بند جنوں توڑ بھی گیا، لیکن
 انا کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں فرزانے

یہ انقلاب کہاں آساں نے دیکھا تھا
 اُلجھ رہے ہیں غمِ زندگی سے دیوانے
 ہر ایک اپنے ہی سُود و زیاں کی فکر میں ہے
 کوئی تو ہو، جو مرے دل کا درد پہچانے
 ترا وجودِ غنیمت ہے پھر بھی اے ساقی !
 کہ ہو گئے ہیں پھر آباد آج میخانے
 وہی ہجوم ، وہی رونقیں ، وہی میکش
 وہی نشہ ، وہی مستی ، وہی طرب خانے
 جبیں کو در پہ ترے دکھ دیا یہی کہہ کر
 یہ جانے اور ترا سنگِ آستاں جانے
 اُنھیں گے پی کے تری سے نواز آنکھوں سے
 یہ طے کئے ہوئے سیٹھے ہیں آج دیوانے
 ہے تیری ذات وہ اک شمعِ انجمنِ افروز
 کہ جس کی لو پہ لپکتے رہیں گے پروانے
 کوئی نشاط کا سااں ، کوئی طرب کی سبیل
 لگی ہیں پھر سرِ میخانہ بدلیاں چھانے

تُو بولتا ہے تو چلتی ہے نبضِ میخانہ
 تُو دیکھتا ہے تو کرتے ہیں رقصِ پیمانے
 یہ مستیاں نہیں جامِ وِسنیو کے حصے میں
 تری نگاہ سے پیتے ہیں تیرے دیوانے
 نصیر! اشک تو پلکوں پہ سب نے دیکھ لیے
 گزر رہی ہے جو دل پر، وہ کوئی کیا جانے

بہاریہ

حسین، جمیل و شرمیلیں جبیں لالہ زار ہے
 طلسم زر نگار پر جمی ہوئی ہے ہر نظر
 جمال ہے فسوں ادا شباب، سحر بر ملا
 نظر نظر کی جستجو قدم قدم پہ سُرخرو
 سکونِ دل قرارِ جاں میں رنگ ہیں عجب عجب
 روشِ روشِ پے صف بہ صف کھلے ہیں پھول ہر طرف
 یہ چاندنی وہ نسترن یہ روشنی وہ بانگین
 نہ ہوش ہے اکاس میں نہ سرو ہیں حواس میں
 نہال صورتِ عروس ہیں شریکِ سر خوشی
 یہ قمریوں کے ولولے یہ چچھے یہ تہمتے
 جگہ جگہ خود آپ ہی رواں ہے جوئے شیر بھی
 فنا فنا ملال و غم کدورتوں کے سر قلم
 زہے مذاقِ سوزِ دل زہے کمالِ آب و گل
 چنار میں یہ سوزِ تن یہ آتشِ آفریں لگن

فضا فضا ادا ادا طلسم زر نگار ہے
 زہے جمالِ معتبر شباب ہے، نکھار ہے
 نفسِ نفس ہے دلِ فدا نظرِ نظرِ ستار ہے
 نشاطِ کیفِ رنگ و بو، سکون ہے قرار ہے
 کہ دیکھ دیکھ کر جنہیں سحر بھی شرمسار ہے
 شجر شجر ہے زرِ بکف کلی کلی بہار ہے
 ہر ایک نورِ پرہنِ غریبِ دل شکار ہے
 ہرے ہرے لباس میں جہانِ سبزہ زار ہے
 مزے اڑاؤں کیوں نہ میں رواں ہر آبشار ہے
 یہ خوش سماں یہ زمزمے نظامِ کردگار ہے
 نہ کوہ کن یہاں کوئی، نہ کوئی کو مسار ہے
 نہ گردِ شاملی قدم نہ راہ پر غبار ہے
 زہے مزاجِ مشتعلِ شررِ فشاں چنار ہے
 شعاعِ مہرِ خندہ زنِ قطار در قطار ہے

برہی ہوئی ہیں فرحتیں مٹی ہوئی ہیں کلفتیں
 خزاں پہ اوس پڑ گئی، لٹی مٹی، اُجو گئی
 ہے بُوئے گلِ طرب فرا ہے جوشِ مِل کی انتہا
 ترنگ ہے اُمنگ میں اُمنگ ہے ترنگ میں
 یہ مطربانِ خوش گلو یہ دلنواز آپ جو
 عہ فلکِ زمین پر بھی ہے بزمِ طرفہ تر
 اِس انجمن کی روح تُو تجھی سے اِس کی آبرو
 چراغ کی ضیا تھی ضیا کی ہر ادا تھی
 تجھے میں اختیار سب دلوں میں ہے تری طلب
 شعور تُو شباب تُو مُرور تُو شراب تُو
 یہ برق یہ شرار کیا عطا تری، کرم ترا
 قدر میں آب کچھ نہیں سہو کا خواب کچھ نہیں
 سوال سے غلط غلط خیال سے غلط غلط
 نہ کم زیادہ چاہیے نہ سادہ سادہ چاہیے
 نہیں نہیں کا طولِ صد، نہیں کی ہے فضولِ صد

یہ رونقیں یہ نُزہتیں سحابِ مشک بار ہے
 بہارِ دستِ قدرتِ خدا کا شاہکار ہے
 بیا بیا کہ ساقیا ترا ہی انتظار ہے
 صدا زباب و چنگ میں سکوں سے ہمکنار ہے
 بہ قدرِ شوق و آرزو نوا بلب ہزار ہے
 عیاں نہاں ادھر ادھر تمام نور و نار ہے
 ترے ہی دم سے چار سُو بہار ہے وقار ہے
 دلوں کا مدعا تھی، تجھے ہر اختیار ہے
 زمانے بھر میں روز و شب تھی تو جلوہ کار ہے
 اگر ہو بے نقاب تُو، تو برق ہے شرار ہے
 فرازِ طور ریزہ ریزہ ہو کے پُر وقار ہے
 شرابِ ناب کچھ نہیں کہے یہ سازگار ہے
 جمال سے غلط غلط جمال سے، شمار ہے
 وہ روحِ بادہ چاہیے جو روحِ حُسنِ یار ہے
 نہیں کی بے حصولِ صد، نہیں کا لفظِ خار ہے

مجھے پلا ، مجھے پلا کہ دل کو اضطرار ہے
 بہت زیادہ مضمحل مشام جاں زار ہے
 یہی ہیں میرے روز و شب۔ یہی مری پکار ہے
 پلائے جا ، پلائے جا ، بہار ہے ، بہار ہے
 نہ یہ الم نہ وہ قلق نہ کوئی خلفشار ہے
 بیوں گا میں جیوں گا میں۔ یہی مرا شعار ہے
 غرض نہیں فرار سے کہاں رو فرار ہے
 عجب جنوں ہے دلنشین عجیب دھن سوار ہے
 رہائی پاؤں کس طرح کہ عشق اک حصار ہے
 یہ نازکی ، یہ تازگی ، نشاط روزگار ہے
 برس رہی ہیں نکلتیں پھوار ہی پھوار ہے
 سرور کُل نشاط کُل نفس نفس کا تار ہے
 گواہ ہے کلی کلی بہار پائندار ہے

نظر ملا ، ملا نظر کہ روح کو سکوں ملے
 بسا بھی دے مکان دل عطا ہو لطف مستقل
 نظر ملے نظر سے جب تو میں کہوں بصد ادب
 دل و نظر پہ چھائے جا ، لٹھائے جا ، لٹھائے جا
 ورق ورق ورق ورق۔ یہی ہے اب مرا سبق
 دما دیوں پیوں گا میں۔ یہ چاک دل سیوں گا میں
 سحر کا سحر بھی مجھے اسیر دام کیوں کرے
 گرفتِ فطرتِ حسین کوئی مذاق تو نہیں
 قدم اٹھاؤں کس طرح نکل کے جاؤں کس طرح
 یہ مہوشی ، یہ چاندنی ، یہ سادگی ، یہ دلبری
 یہ شبنم اور تابشیں یہ تابشوں سے رونقیں
 سرور جاں ہے بونے کُل نشاط دل ہے رنگِ مِل
 نفس نفس کے تار کی ہے دم بہ دم صدا یہی

ادھر ادھر یہاں وہاں نئے ہیں ڈھب نیا سماں
 خزاں کی فتنہ جُو ہوا چلے تو باغ میں ذرا
 یہ اہتمام انجمن ، یہ انصرام انجمن
 نماشتوں کی دل کشی نہ کائنات گن سکی
 کمالِ فنِ باغیاں نظامِ شاخسار ہے
 ہر ایک موجِ فصلِ گلِ ادائے ذوالفقار ہے
 یہ صبح و شام انجمن ، خوشی کا اشتہار ہے
 گنے گا کیا بھلا کوئی عبثِ غم شمار ہے
 زمانہ دیکھ دیکھ کر ہوا ہے محوِ بام و در
 ہر ایک سمت رونقیں ہیں رنگ ہے نکھار ہے
 ہے میرے ذوق و شوق کی تمام زندگی یہی
 مرے لیے یہ زندگی حسین و خوشگوار ہے
 یہ جتنے رخ ہیں جلوہ گردِ دام انہیں ہے سرسیر
 کسی کو ہو نہ ہو مگر مجھے تو اعتبار ہے

گُل کے غم سے کوئی شکوک میں رہے کوئی
 نصیر کچھ کئے کوئی بہار پھر بہار ہے

قصیدہ رزمیہ درمدح عراق

ہو سکتا ہے بعض لوگوں کو صدر صدام سے کسی قسم کا اختلاف ہو، مگر میں نے یہ اشعار صرف اس لئے کہے تھے کہ اُس وقت صدر صدام نے امریکہ کے مقابلے میں ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ اُن کی اس جرأت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بغداد شریف، کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں مدفن ہستیوں کی اہمیت اجاگر کرنے کی کوشش کی کیونکہ سر زمین عراق ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا مرجع بھی ہے۔

طلوعِ مہر سے دامنِ شب ہوا زرتار
مگر ہے بار نگاہوں پہ صبح کا اُخبار
ورقِ درق پہ جمی سُرخیاں لہو کی ہیں
سیاہ پوش ہر اک سطرِ نعلِ ماتم دار
جھلک ہے گرتے ہوئے آنسوؤں کی لفظوں میں
ہر ایک حرفِ کشیدہ بنا لہو کی پھوار
اجل گرفتہ کی گردن میں جیسے طوقِ رسن
یہ دائرے ہیں کہ حلقے بہ دیدہ بیمار
کوئی بتاؤ سحرِ اس قدر اداس ہے کیوں
کوئی تو بولے کہ کیا مجھ کو ہو گیا یکبار
صدا یہ آئی کہ شاید سُنی نہیں ٹونے
جو رزم گہ سے چلی آ رہی ہے چیخ، پکار
چمک رہی ہے غریبوں کے سر پہ برقِ ستم
خدا بنے ہوئے بیٹھے ہیں آج دنیا دار
بنے امیرِ ضعیفوں کو لوث کر ظالم
کہ سُراٹھاتا ہے نکلوں کے سر پہ شعلہ نار
بہم گلے سے ملے ہیں یہود و آلِ سعود
خدا کی شان کہ یکجا ہیں آج لیل و نهار
وہ شر جن کی ہوائیں تھی کل حیات افزا
بنے ہوئے ہیں وہی آج یکسی کا مزار
حسینؑ ہوں کہ وہ پیرانِ پیڑ ہوں کہ علیؑ
وہ کربلا ہو کہ بغداد یا نجف کا دیار
حیات میں بھی رہے موردِ غم و آلام
نبوں کی زد میں پس زیست بھی ہیں ان کے مزار

عراق ! اے چمنستانِ اولیائے کبار

تری زمین کے ذرے ہیں نوکشِ اقدار

سلام تجھ پہ ہو اے مادرِ زمینِ فرات
ہیں تیری خاک میں مدفون کتنی تہذیبیں
کہ تُو ہے مولدِ اقطاب و مدفنِ اختیار
وہ آفتابِ تری گود میں ہیں خوابیدہ
ضیا نواز رہی جن کی ذات، سلسلہ وار
ہوئی حیاتِ بسر جن کی علم و عرفاں میں
عوارف و ضلّاء و مشائخ و فقہاء
ابو حنیفہؒ و حلاجؒ و یوسفؒ و قضاؒ
حسینؒ و کاظمؒ و عباسؒ و حیدرؒ و مسلمؒ
شبابؒ و شبلیؒ و پیرانِ پیرؒ قطبِ مدار
جنیدؒ و سقطیؒ و معروفؒ و ادھمؒ و احمدؒ
مٹا سکے گا نہ دستِ ستمِ ترے آثار
لکھے ہیں کلکِ بقائے ترے نقوشِ جلی
خدا کرے کبھی سونے نہ ہوں ترے بازار
خدا کرے کہ نہ اُجڑیں تری بھری گلیاں
کھڑا رہے ترے سر پر حسینؒ، بن کے حصار
نہ چھو سکے ترا آنجل کسی یزید کا ہاتھ
نصیب ہو تجھے بچوں کا یہ بھرا گھر بار
عموں کی زد میں نہ آئیں ترے در و دیوار
جمی رہے تری محفل، سجا رہے دربار
نہ کارگر ترے دشمن کا تجھ پہ ہو کوئی وار
خود اپنی آگ میں جل کر ہی راکھ ہو جائے

وہ مردِ حق، وہ جری، نام جس کا ہے صدام

وہ آسمانِ شجاعت کا مہرِ پُر انوار

جو آفتاب کی صورت طلوع ہوتے ہیں جو ہجومِ غیر سے سورج کو اس لیے نہیں ربط جو تُو زمیں پہ، تو سورج فلک پہ ہے تنہا تُو رہ گیا ہے اکیلا اگر، تو غم کیا ہے یہ مصلحت ہے کہ ہے امتحانِ فطرتِ گلِ عظیم لوگوں کے ہوتے ہیں امتحان بھی عظیم ہزار کائناتوں پہ بھاری ہے ایک ریشہ گلِ زباں درازی اعداء سے مضحک مت ہو حسد، دلیل ہے محسود کے مدارج کی نہ ہوں صفات تو ممکن نہیں حسد کا عمل دعائیں تیرے لیے کر رہا ہوں مدت سے ہوئے ہیں ذہن منور ترے تصور سے ترا وجود غنیمت ہے دوستوں کے لئے ہوئے ہیں آج صفا آرا جو مل کے حق کے خلاف ترے جلال سے خائف ہوا ترا دشمن خدا کے قہر کی تصویر ہے غضب تیرا نہ ہو ملول مصائب کے گھپ اندھیرے میں نہیں مصائب و غم مرد کے لئے تو ہیں جگا رہی ہے مسلمان کی خفتہ غیرت کو

ہمیشہ رہتی ہیں تمنا یاں انہیں کا شعار کہ ہے وہ اپنے ہجومِ وجود سے دوچار نہیں یہ امر کسی کی نظر میں باعثِ عار قوی ہیں نصرتِ حق سے ترے ہمیں دیار کہ اس کے پہلو میں رکھا گیا ہے لشکرِ خدِ صلاحیت کے مطابق دیئے گئے کردار نہیں ہے فتح کا کثرت پہ صرف دار و مدار کہ چوٹ کھاتے ہیں پتھر کی بائمر اشجار عیاں نمودِ خزاں سے ہوا وجود بہار کھلا حسد سے کہ ہیں خفیہ معترف، اغیار میں روز پڑھ کے و من شر حاسبہ توبار ترے خیال نے دل کر دیئے گل و گلزار ترا حضور ہے دشمن کے سر پر اک تلوار فرنگیوں پہ خدا کا غضب، خدا کی مار لرز اٹھا تری تدبیر سے دلِ اشرار ہوئے ہیں ایک تری ضرب سے کئی، فی النار سحر کرے گا شبِ غم کی فائقِ الاسرار کہ تھی رسول کی کئی حیات بھی دشوار تری نوا، تری لشکر کشی، تری لاکھ

تمیز، امرِ ضروری ہے حق و باطل میں رہا نہ دین تو کیوں کر رہیں گے دنیا میں ہے اٹل دین سے تعاون، علامتِ ایمان دلیل سورہ توبہ کی روشن آیت ہے کٹھن نہیں کسی دشمن سے دوستی کرنا جو کام آئے اڑے وقت میں، وہ ہے ساتھی وہ کم نظر ہیں جو طاقت کا ساتھ دیتے ہیں خبر ہو خاک انہیں حرفِ حق کے اعلاء کی بنام امن جو خلقِ خدا کے قاتل ہیں یہ بات سچ ہے کہ تیری نبردِ کاری نے بہ زعمِ خویش سمجھتے تھے جو خدا خود کو نہ ہو اُداس فلسطین کی اے فُسرده زمیں! خدا ہی ہے کہ جو دے فتح حق کو، باطل پر حسد کی آگ میں جلتے رہیں یونہی حاسد نفسِ نفس میں رہے حُبِ مصطفیٰ کی مہک خدا کرے تری قسمت میں ہو نویدِ ظفر

یہی مقامِ تدرّ ہے یا اُولی الابصار یہ ولولہ، یہ مُصلیٰ، یہ مسجدیں، یہ مزار نہیں ہے کفر سے کچھ کم، حمایتِ کُفّار کما خدا نے نبیؐ سے کہ جَاهِدِ الْكُفَّار علاج کیا ہو، جو بن جائیں دوست ہی عَدَا ثبوت ہے مرے دعویٰ کا اِذْ هُمَا فِي الْعَارِ وہ مرد ہیں کہ جو کہتے ہیں حرفِ حق سردار وہ خود فروش، جو ہیں ابنِ درہم و دینار معاف کر نہیں سکتا انہیں صحیفہ نگار نکال دی ہے دماغوں سے باؤ اسکلبا اُتر رہا ہے خدائی کا اُن کے سر سے خُمدا کہ آ رہا ہے تری سمت کاروانِ بہار کہ اک طرف ہیں مسلمان تو اک طرف نُجّار خدا کرے کہ بڑھے اور تیرا عَزَّ و وقار دُعا یہی ہے کہ ہو خاتمہ معِ الأبرار طفیلِ سیدِ کونین و الٰہِ الْاَ الطَّهَارِ

ترے سخن سے بھی صدامیت جھلکتی ہے

نصیر! تجھ کو مبارک! یہ جرأتِ اظہار

(۲۵ رجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۹۱ء)

آزاد نظم

یاد ہے اب تک مجھے وہ زندگی کی سرد شام
 ادھ جلے پیڑوں کے پیچھے چاند گمنایا ہوا
 سرد بریلی ہوا
 پیڑ، جیسے تھر تھراتے جسم
 اور ہر جھونکے پہ اکھڑی اکھڑی سانسوں کا گماں
 اک قیامت کا سماں!
 اور جیسے میں بھی اک آوارہ جھونکے کی طرح
 اس فضا پر چھا گیا!

اور پھر اک بار وہ سرما کا سورج
 تیز کرنوں کو چلو میں لے کے نکلا شرق سے
 لمحہ لمحہ سرخ لاوے کی طرح
 پھیلتا، بڑھتا ہوا!
 کوئلیں پھوٹیں تو دلہن کی طرح سب سے لگا ہر شاخسار
 ہر روش پر اک بہار

کاروانِ شوق اک منزل پر آ کر رُک گیا!
 چُپکے چُپکے پھر وہی برِ فِلی راتوں کے قدم
 وادیوں نے کوہساروں نے سُنی اُن کی دھمک
 یورشِ دورِ خزاں کو باد و باراں کی ٹمک
 اور پھر آنکھوں نے دیکھا
 پتہ پتہ ٹوٹ کر بکھرا ہوا ہے خاک پر
 پھول مُرجھانے لگے
 نگلی شاخوں نے فضا کو اور ویراں کر دیا
 سرد راتیں اور اُس کے بعد پمیلی سحر
 موسمِ گل اور پھر فصلِ خزاں
 زندگی کے رازِ سرِستہ کی ہیں مُملکِ خیر!

واضح ہو کہ یہ نظم بعض احباب کے اصرار پر کسی گئی ورنہ ط
 مانو دیم بدیں مرتبہ راضی غالب

(تصیر)

عظمتِ عقلِ انسانی

اے خرد! صبحِ ادب، فخرِ سخن، نازِ قلم، غازہ چہرہ قرطاس و نگارِ عالم
 فخرِ اسکندر و دارا و کے و خسرو و جم، ناقد و نکتہ ور و مدرکِ اسرارِ تقدم
 شوق کو رنگ دیا، ذوق نکھارا تُو نے
 گیسوئے لیلیٰ فطرت کو سنوارا تُو نے

تیرے دم سے ہے گلستانِ تخیل میں بہار تیرے جلوے سے ہوئے دشت و بیاباں گلزار
 تجھ سے ہے زمزمہ و نغمہ و گلبانگِ ہزار تُو نہ ہو جلوہ فروزاں تو ہے انساں بیکار
 کون ایسا ہے کہ جس پر ترا احسان نہیں
 تجھ سے پھر جائے جو انسان، وہ انسان نہیں

علم دیں، علم یقیں، علم فلک، علم کتاب، موجِ گل، موجِ صبا، موجِ طرب، موجِ شراب
 ذوقِ دل، ذوقِ نظر، ذوقِ طلب، ذوقِ شباب، حسنِ ظن، حسنِ گماں، حسنِ بیباں، حسنِ خطاب
 ان کے اسرار بتائے تو بتائے تُو نے
 یہ جبابہ اٹھائے تو اٹھائے تُو نے

تیرا ظاہر ترے باطن کی طرح ہے بے داغ جستجو سے تری ملتا ہے حقیقت کا سراغ
 تو جلاتی ہے جہالت کے اندھیروں میں چراغ تیرا ممنون عنایات ہے انساں کا دماغ
 رازِ سر بستہ بہ صد ناز و ادا کھول دیئے
 تُو نے انساں پہ ڈرہائے بقا کھول دیئے

بزمِ غم ، بزمِ طرب ، بزمِ فنا ، بزمِ بقا رنگِ گل ، رنگِ چمن ، رنگِ وفا ، رنگِ جفا
 صدقِ دل ، صدقِ طلب ، صدقِ نظر ، صدقِ دعا تیرے ہی دم سے ان الفاظ کو مفہوم ملا
 حضرت حق میں بہ جز تیرے نیازیں بے مُود
 تُو نہ یاور ہو تو واعظ کی نمازیں بے مُود

شاعر و فلسفی و شاہ و حکیم و قاضی حافظ و محنتب و میر و خطیب و قاری
 مطرب و ساقی و سلطان و گدا و صوفی مفتی و حاکم و استاد و ادیب و ہادی
 سب ترے لطف و عنایات سے فرزانے ہیں
 تُو اگر ان سے بچھڑ جائے ، یہ دیوانے ہیں

یہ ترنم ، یہ تکلم ، یہ تبسم ، یہ سُرور یہ تجسس ، یہ تفحص ، یہ تفکر ، یہ شعور
 یہ فلک بوس عمارات ، یہ ایوان ، یہ قصور یہ فصاحت ، یہ بلاغت ، یہ توانی ، یہ بُجور
 بابِ ادراک ہر انسان پہ وا کرتی ہے
 قلب کو دولتِ احساس عطا کرتی ہے

جھولیاں گوہرِ اسرار سے بھر دیتی ہے ذہن کو راستہ ، دیوار کو در دیتی ہے
 طائرِ فکر کو الفاظ کے پر دیتی ہے تو غنی بندۂ محتاج کو کر دیتی ہے
 تُو تفکر ہے ، تدبّر ہے ، ذہانت تُو ہے
 ہم کو خالق سے ملی ہے جو امانت ، تُو ہے

تُو زماں اور مکاں ، گردشِ دوراں تُو ہے دیدہٴ مہرِ ضیا بار میں رخشاں تُو ہے
 زلیوہ نازِ بتاں ، زینتِ خوباں تُو ہے جامِ لہریز میں رقصندہ و رقصاں تُو ہے
 چرخِ درباں ہے ترے در پہ نہیں بھگتی ہے
 تیری سرکار میں شاہوں کی جہیں بھگتی ہے

تجھ سے ہی اہلِ تدبیر کی فراست کا بھرم تیرے ہی دم سے ہے دارائیِ اربابِ قلم
 صفحہٴ دہر پہ ہیں تیری عنایات رقم عالمِ غیب کا جُنباں ہے ترے سر پہ علم
 بات بنتی ہے ترے فیض سے انسانوں کی
 سانس رکتی ہے ترے نام سے طوفانوں کی

تجھ سے ملتی ہے اساطیر سے انساں کو نجات تُو عطا کرتی ہے گنجینہٴ اسرار و نکات
 پردہٴ غیب تو ہے اک ترے خیمے کی قنات تجھ سے کھلتا ہے درِ بارگہٴ ذات و صفات
 کوئی مشکل ہو تُو آسان بنا دیتی ہے
 حد یہ ہے ، کفر کو ایمان بنا دیتی ہے

غالب و مومن و فردوسی و میر و سعدی حافظ و رومی و عطار و جنید و شبلی
 خسرو و جانی و خیام و انیس و عرقی آدم و یونس و یحییٰ و نبی اور ولی
 ان کی گفتار کی پرواز کی سرحد تُو ہے
 غایتِ جنبشِ لب ہائے محمدؐ تُو ہے

تُو یقین اصل و ذکا محور و ادراک اساس حافظ مصحفِ حق، سنت و اجماع و قیاس
 نکتہ داں، نکتہ ور و نکتہ رس و نکتہ شناس تجھ سے انسان کو ہے شادی و علم کا احساس
 ملکِ انصاف و صداقت میں ہے شاہی تیری
 ہر عدالت میں ہے مقبول گواہی تیری

سردی و گرمی و شیرینی و تلخی و غسل گلشن و وادی و صحرا و تل و دشت و جبل
 تُو ہے تہذیب و تمدن میں ترقی کا عمل مشتری، زہرہ و نہید و ثریا و زحل
 اُٹھ گیا پردہٴ تاریکِ شب آسا تجھ سے
 ذہنِ انساں پہ ہوا نور کا تزکا تجھ سے

ہیں ترے تابعِ فرماں حرکات و سکنات تیرے ہی دم سے شعورِ حسنت و برکات
 تجھ سے مضبوطِ اساسِ در و دیوارِ حیات منحصر تیری بلندی پہ عروجِ درجات
 تیری قوت کی ادا اہلِ نظر جان گئے
 تیرا لوہا ملک و ارض و سما مان گئے

ہے عباراتِ پریشاں کی تجھی سے تطبیق تیری عقّت سے مزین ہے کلامِ صدیق
 تجھ سے بے بہرہ اگر ہو تو ہے انساں زندیق قصرِ اخلاق ہے تُو اور بنائے تخلیق
 تجھ سے ساغرِ مئے افکار کے ہم بھرتے ہیں
 عرشِ والے ترے اجلال کا دم بھرتے ہیں

تیری تحریک کے محتاج میں عرفان و شعور تیرے پردوں میں ہے سازِ طربِ جمِ مستور
 تیری شادابی افکار سے انساں مسرور تیری ٹھوکر میں ہے جامِ جم و تاجِ فغفور
 کس کی آہٹ تھی، جو یہ دشت و جہیل کانپ گئے
 کس کی تکبیر تھی، کیوں لات و اُہل کانپ گئے

دشنہ و ناوک و تیر و تبر و تیغ و قلم نیزہ و خنجر و گرز و طبل و جاہ و حشم
 منجیق و زرہ و جوشن و شمشیر و علم ترکش و خود و خدنگ و سپر و ماتم و غم
 ان سے تُو نے صفِ پیکار میں جب کام لیا
 ضرب وہ آئی کہ دشمن نے جگر تھام لیا

برق نے پائی ہے تھوڑی سی روانی تیری قمرلوں میں روشِ زمزمہ خوانی تیری
 معتبر تا بہ فلکِ سحرِ بیانی تیری ہم تو کیا، بات فرشتوں نے بھی مانی تیری
 ساری دنیا میں جہالت کا لبیرا ہو جائے
 تُو جو اُٹھ جائے تو عالم میں اندھیرا ہو جائے

نورِ مستاب ہے، دریا کی روانی تُو ہے شوقِ کائنات ہے، جذلوں کی جوانی تُو ہے
 عزت و عظمت انساں کی نشانی تُو ہے، سچ ہے، تعمیر و ترقی کی کہانی تُو ہے
 عقل پلے ہو، یہی ایک ہے بس کام کی بات
 یہی ایمان کا خلاصہ، یہی اسلام کی بات

بہ سلسلہ گلبدنی

قارئین! آپ میری اس نظم کو بہ اعتبار موضوع اور اسلوب بیان میرے عام رنگ سخن سے قطعی مختلف پائیں گے۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے۔ ہوا یوں کہ جناب جوش ملیح آبادی کی نظم ”گلبدنی“ کی بڑی دھوم تھی ایک دن دوران ملاقات یہ نظم سننے کا اتفاق ہوا۔ دوسرے احباب بھی موجود تھے۔ جناب جوش کا اندازِ بیاں، لکھنوی زبان کا رکھ رکھاؤ اور پھر ان کے پڑھنے کا انداز، بڑا ہی لطف آیا۔ یہ غالباً ۱۹۷۱ء یا ۱۹۷۲ء کی بات ہے۔ احباب نے فرمائش کی کہ میں بھی اسی انداز میں کچھ کہوں۔ ہر چند یہ میرا مذاق نہ تھا مگر ع

اصرار احبابنا ملحق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا

چنانچہ اپنی اس نظم کو جوش صاحب کی گلبدنی کا ہمراز بنانے کے لئے مجبوراً مجھے خود کو اسی بے باکانہ اور رندانہ لب و لہجے سے آشنا کرنا پڑا، جو جناب جوش کی نظم کی خصوصیت ہے۔ نظم لکھنے کا مقصد احباب کی تکمیل فرمائش تھی، نہ کہ جناب جوش کی قدرتِ کلام اور زبانِ دانی کا مقابلہ۔ اُمید ہے کہ پڑھنے والے اس نظم گلبدنی کو انہی معروضات کی روشنی میں دیکھیں گے

نصیر کان اللہ لہ

کیا حُسن کا شکار وہ اللہ غنی ہے قامت میں دل آویزی سرو پختی ہے
 سرتا بہ قدم موجہ شیریں مٹتی ہے دو شیزہ کسار و غزال مٹتی ہے
 دانستوں کی چمک رُو کشِ دُورِ عَدنی ہے
 کیا گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ہے
 شانوں پہ ہیں گیسو کہ گھٹائیں ہیں مُعَبر لبِ کَیفِ تَظَنُّم سے کھٹکتے ہوئے ساغر
 پیشانیِ صَو بار ہے یا ماہِ مَنوَر ابرو ہیں کہاں رنگ ، مِرہِ ناوکِ خود سر
 مَکھڑے پہ ہے جو خال ، عقیقِ یَمَنی ہے
 کیا گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ہے
 آنفاس کی خوشبو ہے کہ مہکا ہوا گلشن زلفوں کی گھنی چھاؤں کہ اُٹھا ہوا ساون
 بھکتی سی نگاہیں تو اُبھرتا ہوا جوہن بچتے ہوئے پڈے کے وہ ہرتار کی تَہن تَہن
 چہرہ جو گلابی تو قبا ناروئی ہے
 کیا گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ہے
 قامت کا خَم و چَم ہے کہ دلے کی روانی نقشِ کَفِ پا رُو کشِ صد تاجِ کیانی
 زلفوں کے سِیہ ابر کی وہ عطرِ فشانِی گلِ رنگِ پَسینے میں ہے غرقابِ جوانی
 جو بوند ہے مٹھے پہ وہ ہیرے کی کئی ہے
 کیا گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ہے
 انداز ہیں اعجاز ، کرشمہ ہیں ادائیں مٹھائے جو گیسو تو اُلٹتی ہیں گھٹائیں
 کلیوں کی چمک ، لیتی ہے لہجے کی بلائیں مل جائے جو ہم کو تو کیچے سے لگائیں
 دل میں ہے یہی بات جو مدت سے ٹھنی ہے
 کیا گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ، گلِ بَدنی ہے

غزے میں کہ آفت ہیں ، اشارے ہیں کہ طوفان باتیں ہیں کہ گھاتیں ہیں ، تبسم کہ گلستاں
شونجی ہے کہ بجلی ہے ، خموشی ہے کہ پیکاں چہرے پہ تجلی ہے کہ ہے ماہ زمستاں

سانسوں میں وہ لپٹیں ہیں کہ جانوں پہ بنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

تیور ہیں کہ تلوار ، ادائیں ہیں کہ خنجر عشوے ہیں کہ نیزے ہیں ، نگاہیں ہیں کہ نشتر
پلکیں ہیں کہ شب خوں پہ کمر بستہ ہے لشکر یہ چین جیہیں ہے کہ عقوبت گہ محشر

قامت ہے کہ نیزہ ہے ، نظر ہے کہ آنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

ماتھے پہ پھبن ، پھول سے ہونٹوں پہ تبسم رخسار کے دریا میں ہے جلووں کا تلاطم
افکار میں مُدّت ہے تو لفظوں میں ترنم لہجے میں تمحل ہے تو باتوں میں تحکم

مکائے ہوئے بزم کو عنبر و ہنسی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

یہ مانگ میں افشاں ہے کہ رخشندہ ستارے اٹھتا ہوا جوہن ہے کہ مڑتے ہوئے دھارے
تابندہ خد و خال کہ رقصندہ شرارے جُہنیدہ لٹیں ہیں کہ بچکاروں کے طرارے

ساون کی سیہ رات ہے یا زلف گھنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

چلتی ہے تو مل جاتی ہیں راہوں کو زبائیں چھٹکاتی ہے جب زلف ، برس پڑتی ہیں تائیں
آتی ہے جہاں تو درکتی ہیں چٹائیں انگڑائی جو لیتی ہے ، کڑکتی ہیں کمانیں

ابرو میں لیے جذبہ ناوک گھنی ہے

کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

وہ قمرے دیکھے تو سمندر کو مسکھا دے چاہے تو اداؤں سے پہاڑوں کو پلا دے
شوخی پہ جو اترے تو دو عالم کو نچا دے کیوں خانہ عشاق کو پل بھر میں نہ ڈھا دے

کعبے میں جسے حوصلہ نَفَسِ زنی ہے

کیا گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ہے

ہر بول میں ہے بادۂ گلِ گوں کی روانی ہر موجۂ انفاس میں ہے زمزمہ خوانی
خوں ریز اشارے ہیں تو قاتل ہے جوانی ہے پھیل سی آنکھوں میں پھمکتا ہوا پانی
وہ شعلہ ہے جلوت میں تو خلوت میں بنی ہے

کیا گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ہے

شوخی میں بھرے دولتِ دیرینہ قُطْبِینِ چوٹی میں لپیٹے شبِ رعنائیِ دارین
اُلٹے ہوئے گھونٹتے تو اُتارے ہوئے نعلین وہ بختِ قمر آگئی ، لے داویرِ کونین !

یہ دینِ مقدّس ہے ، یہ دنیائے زنی ہے

کیا گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ہے

عُنجے کا دکھاتی ہے سماں تنگِ دہانی نُطق ایسا کہ پچھرے ہوئے دریا کی روانی
اندازِ تمناطُب میں غرورِ ہمہ دانی الفاظ میں ہیں گوہرِ صد رنگِ معانی
ان کا جو نہ قاتل ہو وہ گردنِ زَدَنی ہے

کیا گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ہے

اُٹھتا نہیں گھونٹتے کی طرف دستِ حنائی ہر انگ بجاتا ہے دیم چہرہ کُشائی
نظروں کی گرانی سے مُڑکتی ہے کلائی حاصل ہے جسے اس درِ دولت کی گدائی
وہ خسروِ آفاق کی مانند غنی ہے

کیا گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ، گلِ بَدَنی ہے

سن ہے جو تروتازہ تو رخسار ہیں شاداب جلد اتنی ملائم کہ بچل قائم و سنجاب
 پلکوں کے تھپکنے میں ہے آمادگی خواب نظروں میں جو لہریں ہیں تو آنکھوں میں ہے گرداب
 شبِ نیم کی ڈولائی سی شبستاں میں تئی ہے
 کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

سرشار مناظر ہیں ، جنوں خیز ہوائیں قائل ہے تبسم تو قیامت ہیں ادائیں
 پہلو میں ہے وہ شوخ معطر ہیں فضائیں اس وقت کہ گھرتی چلی آتی ہیں گھٹائیں
 ساغر کو پیٹک دوں تو یہ ایسا شگنی ہے
 کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

دیکھو اُسے ہنگام برافگندہ نقابی اک موصفِ تابندہ ہے یا رُوئے کتابی
 نغمہ ہے نظر ، آنکھ کے ڈورے ہیں ربابی کلیوں کی ممک جسم میں ، نکھڑا ہے گلابی
 یہ شکل و شبابت نہ بنے گی ، نہ بنی ہے
 کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

آہنگِ جوانی پہ سماوات میں رقصاں آواز ہے اک نغمہ ، تو لہجہ گل خنداں
 بنیادِ دو عالم ہے اشارت سے لرزاں مسقطِ دلِ عشاق کا ہے چاہ زخنداں
 وہ موجِ تابندگی سیم تئی ہے
 کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

تھم جائے وہیں ، دیکھے اگر گردشِ دوراں ہو واعظِ بے چارہ بھی انگشتِ بدنداں
 اللہ کے زاؤ ہے سویا ہوا ایماں اعلانِ خدائی ہے لبِ کفر پہ غلطاں
 اب آئے جسے ولولہ بُت شکنی ہے
 کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

کچھ غم نہیں اُلفت میں جو دن رات کراہیں چھتی رہیں سینے میں وہ بے باک نکاہیں
 دُھن ہے کہ گلے میں رہیں وہ پھول سی بانہیں کیونکہ نہ نصیر اُس بتِ نو خیز کو چاہیں
 رگ رگ میں رچی عاشقی و برہمنی ہے
 کیا گل بدنی ، گل بدنی ، گل بدنی ہے

میںوں تیرے فراق نے مار سٹیا آجا آجا او جان بہار آجا
ایمنہاں ساہواں دا نہیں اتبار کوئی تینوں دیکھ تے لاں اک وار آجا

مالا تیرے پریم دی گل پا کے تیرے رہ وچ سیس نوا بیٹھی
تیرے اون دی خوشی وچ ابے توڑی بیٹھی کرنی آں ہار سنگار آجا

تینوں لکھ لکھ چھھیاں پاوئی آں دل چیر کے پئی دکھاوئی آں
چٹا! دوریاں نون ہن تے دور کر کے ساری عمر دے لئی آکو وار آجا

تیری دیدنوں اکھیاں ترس گیاں لکھیاں بدلیاں غم دیاں برس گیاں
تینوں قسم ہے اپنیاں غفلتیاں دی میرے کول مرے غم خوار آجا

آتش بھردی بدن پئی ساڑوی اے میریاں وسدیاں جھوکاں اجاڑدی اے
دو تن ہچکیاں رہ گیاں موت وچوں ہن تے جین دے نہیں آثار آجا

آکے کدی تے پکھ دل اوسدے توں چیددی آس دی دنیا توں لٹ لئی اے
کئی لمبی اے رات جدائیاں دی مرے مہربان ڈکدار آجا

سدا حسن دے بدل جگدے نہیں سدا ظلم دے واہے وجدیے نہیں

میرا جگ توں سوہنیا محبوبا ہے نصیر ڈاڈا بے قرار آجا

بہ زبانِ پوربی

ہم کا دکھائی دیت ہے ایسی روپ کی آگیا ساجن ماں
جھونس رہا ہے تن من ہمارا نیر بھر آئے آنکھیں ماں

دور بھئے ہیں جب سے ساجن آگ لگی ہے تن من ماں
پورب پچھم اتر دکھن ڈھونڈ پھری میں بن بن ماں

یاد ستاوے پر دل لوست انگاروں پر
ساتھ پیا ہمارا جب ناپیں آگیا بارو گلشن ماں

درشن کی پیاسی ہے نجریا تر سین آنکھیاں دکھن کا
ہم سے روٹھے منھ کو چھپائے بیٹھے ہو کیوں چلن ماں

ایک تماری آس پہ ساجن سگرے بندھن توڑے میں
اپنا کر کے راکھو موہے آن پڑی ہوں چرنن ماں

چھٹ جائیں یہ غم کے اندھیرے گھٹ جائیں یہ درد گھنے
چاند سا کھڑا لے کر تم جو آنکو مورے آنگن ماں

جیون آگ بگولا ہر دے آس نہ اپنے پاس کوئی
تیرے پریت کی مایہ ہے کچھ اور نہیں مجھ نردھن ماں

ڈال گئے میں پیت کی مالا خود ہے نصیر اب متوالا
چتون میں جادو کا جتن ہے رس کے بھرے تورے نینن ماں

آپنلا باغ بہاراں وے

آ پُنلا ! باغ بہاراں وے
 میں گھول گھتی لکھ واراں وے
 رِم جھم ، رِم جھم بوندان برسن دید تری فون اکھیاں ترسن
 میں روواں تے آہیں ماراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے
 میں گھول گھتی لکھ واراں وے
 اوہ پُر کیف ترانے بھل گئے بے خانے ، پیمانے بھل گئے
 سب وسریم مینگھ ملہاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے
 میں گھول گھتی لکھ واراں وے
 تیرے باجھ بہار نہ کوئی غم ہتے غم خوار نہ کوئی
 ہتھ جوڑ میں عرض گزاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے
 میں گھول گھتی لکھ واراں وے
 گلشن ، باغ ، ویرانے مینوں اپنے وی بیگانے مینوں
 بن تیرے میں کس کاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے
 میں گھول گھتی لکھ واراں وے
 دلڑی غرق غمناں وچ ہوئی راہ نصیر نون دس جا کوئی
 ہک چندڑی تے درد ہزاراں وے آ پُنلا باغ بہاراں وے
 میں گھول گھتی لکھ واراں وے

پنجابی دے غزلیہ چوہرگے

سورج عمرتے آس دا دُب چلیا کردا اے وی نہیں سوہنا یار گلاں
 لوک بولیاں مار دے ہر ویلے ، کٹن چھاتی نوں وانگ تلوار گلاں
 لیکھاں والیاں نال کیہ ریس ساڈی ، کرے اوہناں دے نال دلدار گلاں
 آجا ساہواں دا نہیں وساہ کوئی بوہے مار بیسے ، کرے چار گلاں

واہ واہ جگر فراق دی آگ ڈاڈھی دھکھن دلاں دے نال سریر وکھرے
 ڈاروں وچھڑے پیچی جیوں ہون زخمی ، بھکھے تے تے اتوں اسیر وکھرے
 شام پیندیاں ای دُب دُب آس جاوے لگن روح تے سوچ نوں تیر وکھرے
 ہوندا رہوے جمان وچ ہور سب کج شالا ہون نہ ویراں تو ویر وکھرے

پہلے وانگ پتنگ دے ڈور دے کے فیرکٹ کے پتنگ دی کار لُٹیا
 دے کے مفت دلا سڑے یاریاں دے آو وار تے کیہ لکھاں وار لُٹیا
 ایسا کرن دی نہیں سی اُمید جس تے اُسے آپ بن کے پھرہ دار لُٹیا
 کریے شکوہ نصیر خزاں دا کیہ ساڈے باغ نوں آپ بہار لُٹیا

تیرے داغِ فراق نوں دل چمسی لکھاں داغِ قلبِ داغدار تے سہی
 جاواں تیریاں اداواں دے میں صدقے وگڑی زلف نوں ذرا سنوار تے سہی
 تینوں رب نے جے باو بہار کیتا ایہو کرم اس مشیتِ غبار تے سہی
 تیری تاہنگ اڈیک نے مار سٹیا کدے آویں با بھاویں مزار تے سہی

دونوں اکٹھاں نے رورو کے رہ پائے اوبدی خبر ہوا وی نہیں آئی
ایسا دل دا شہر خموش ہویا کوئی کُوک صدا وی نہیں آئی
رب نے ساہواں دی ڈور وی نہیں کچھ مینوں لین قضا وی نہیں آئی
اُتوں قسمت نے ہور ہنیر کیتا مڑ کے باو صبا وی نہیں آئی

خ خوشیاں تے ہاسیاں نال وسیں کریں ہار سنگھار اللہ خوش رکھی
بھڑیا رہویں ہمیش گلاب وانگوں سدا دیکھیں ہمارا اللہ خوش رکھی
تکلیں سکھ تے کدی نہ دکھ ہووی رہوی بخت بیدار اللہ خوش رکھی
ساڈے نال جو کیتی آ اوہ جانے ساڈا کیہ اے یار! اللہ خوش رکھی

شین شرم ناہیں جیہڑی دھرت اُتے بن بے شرم اوتھے فیر و سنا کیہ
 جینوں چار نکلیاں اُتے مان اناں واجاں مار اوبدے پچھے نسنا کیہ
 گل کرے جیہڑا متھے وٹ پا کے اونوں یار بنا بہتا ہسنا کیہ
 جیہڑا نہیں تگدا اوہنوں کیہ تگنا، جیہڑا نہیں پچھدا اوہنوں و سنا کیہ

الف اج میرے دل دے شہر وچوں نواں راہی عجیب اک آنکھیا
 نہیں سی جان پکھان پر کیہ دساں کیہ کیہ دس کے ناز و ادا آنکھیا
 اوبدے طرز خرام دی شان نہ پچھ پیر دے کے وانگ صبا آنکھیا
 پتہ لگ نہیں سکیا نصیر اج تک بندہ آنکھیا کہ آپ خدا آنکھیا

رل کے بیٹھے آن نال تقدیر بے کر، کردائے جی کر لیتے دو چار گلاں
گل سن کے خفانہ توں، ہوویں کردے رہندے نے یاراں نال یار گلاں
سچ بول ہمیشہ تے حسد نہ کر جھوٹے دعوے چھڈ ایویں نہ مار گلاں
جیہڑے حق توں چُپ نہیں وٹ سکدے کردے وانگ منصور سردار گلاں

عین عشق دی جنہاں نوں چاٹ پے گئی بھنگڑا پا کے سر بازار نچدے
گا کے راگ ملہار بہار سندا جھنڑ پاوندے تے پیر مار نچدے
تیک دھن تا تھیا تیک دھن تا تھیا پیلاں پا پا دم دیدار نچدے
جیہڑے جھوٹیاں شانناں دے نہیں بھلھے چھڈ کے خودی اگے در یار نچدے

فرق حُسن تے عشق دا اُھل جاندا ، بے کر رنگِ طلوع و غروب تکیے
 عاشق رکھے نیاز دے نال متھا ، بیٹھا لا سوہنا محبوب ”تکیے“
 دینا ہووے بے حُسن تے عشق نوں حق چہرہ یوسف دا وانگ یعقوب تکیے
 خوبصورتی جیہڑی بنائی رب نے اُنہوں خوب سراہیے تے خوب تکیے

اپنے آپ نوں جوڑ کے کون کُریا حُسن یوسف دا مان تے ناز بہن کے
 عقل ہوش اڈے ، پے گئی بھاج ایسی ، زاہد نسیا مسیتوں نماز بہن کے
 اوہدے دل نصیر میں کیہ دیکھاں رسم ادب چھڈ ، حد نیاز بہن کے
 جس دے مُصحب رُخ دی حدود اندر گوڈے ہندی اے زلفِ دراز بہن کے

خمریات

واعظ! مجھے جنت کا طلب گار نہ کر
 جو بس میں نہیں تیرے ، وہ اقرار نہ کر
 گو رندی و مستی نہیں تیرا مسلک
 ساقی کے تیزک سے تو انکار نہ کر

اُمیدِ سعادت کی کمر ٹوٹ گئی
 نبضِ وقتِ شگفتگی چھوٹ گئی
 ساقی نے کہا ، ذرا تَوَقُّفِ اے رند!
 اتنے میں جو دیکھا تو کرن پھوٹ گئی

خاکِ درِ میخانہ کا ہے ہر ذرہ ہے پاک
 اِس خطّے پہ قُرباں ہے فضائے اَفلاک
 تخلیق کی نس نس میں ہے صہبا کی نئی
 ہر ریشہ زیت میں ہے خونِ رگِ تاک

ہے عشق کی مستی ہی میں دانشِ مسطور
 دُردِ تہِ یک جام ہیں ادراک و شعور
 چھینے ہیں شراب کے نُجوم و مہ و مہر
 فیضان ہے ساقی کا یہ سب نُور و ظُہور

میخانے کا ہر ذرہ ہے تحفہ ، سوغات
 رندی و سیہ مستی ہے اصلِ حَسَنات
 ہر شیشہ ہے نُورِ نظرِ کاکہشاں
 ہر بوند ہے لختِ جگرِ آبِ حیات

جب محفلِ جَم ، جام سے جَم جاتی ہے
 گردشِ سحر و شام کی تھم جاتی ہے
 جب جھوم کے گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں میں
 تاعرشِ دُعا قدم قدم جاتی ہے

موجیں ٹھہریں ٹنک کناروں کی طرح
 قطروں کی اڑان ہو غباروں کی طرح
 ساقی کا نشانِ پا جو دکے سرِ راہ
 ذرات نکھر جائیں ستاروں کی طرح

مُتطا بھی خاکِ حُم میں دھنتے دیکھے
 مغموم بھی میخانے میں ہنتے دیکھے
 رندوں ہی پہ موقوف نہیں گردشِ جام
 زُہاد بھی اِس دام میں پھنتے دیکھے

نئے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہِ نمو
 ہے شہِ رگِ ہستی میں رداںِ خم کا لُٹو
 ہر لغزشِ مستانہ ہے منزل کا نشان
 مٹتا ہے جامِ نئے سے زینِ من و تو

رندوں پہ اگر بابِ کرم کھل جائے
 اک گھونٹ ہی میں راہِ حدم کھل جائے
 تمل جائے پلانے پہ جو چشمِ ساقی
 ہر صوفی و زاہد کا بھرم کھل جائے

چھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خوب
 پیشانی پہ مکتوب ہیں اسرارِ قلوب
 ہے صاف ضمیری کا نشاں حق گوئی
 آئینہ چھپاتا نہیں چہرے کے عُیُوب

کیوں دیدہ عالم سے چھپا کر پی لوں
 کیوں سب کی نگاہوں سے بچا کر پی لوں
 ساقی! ترے قربان ، اجازت ہو اگر
 میخانے کو میں سر پہ اٹھا کر پی لوں

